© rasailojaraid.com

نصیحت نامہ نمبر ۵

بنام مولوی ثناء اللہ

متعلق اتباع سلف

(اس سے پہلے چار نمبر جلد ۲۰ و ۲۱ مین شایع ہوئے ہین جو ملاحظہ ناظرین کے لایق ہین)

بٹالہ ۱۹ - جنوری سنہ ۱۹۱۰ء ۳۴

مطابق ۷ - محرم سنہ ۱۳۲۸ھ

عزیزم مولوی ثناء اللہ وفقہ اللہ لاتباع سید الانبیاء والسلف الصلحاء

اہل سنت والجماعت خصوصاً اہلحدیث بلا اختلاف اعتقاد رکھتے چلے آئے ہین

(۱) جو کچھ آنحضرت صلعم نے دین مین ارشاد فرمایا ہے۔ خواہ متعلق احکام ہو یا متعلق قصص واخبار: تفسیر قرآن وغیرہ وہ واجب العمل والقبول ہے۔

(۲) جس امر کے متعلق آنحضرت صلعم کا ارشاد کچھہ نہ ملے اس مین جماعت صحابہ کے اقوال کی جنکا خلاف ان سے منقول نہو پیروی کیجاوے۔ ان کے بعد ویسے ہی تابعین کے اقوال و آثار کی غرض ان کے نزدیک سنت کے بعد قرون ثلاثہ کا عام قرار داد بھی ویسا ہی لائق تمسک ہے. جیسا کہ سنت سنیہ کا ان ہی دو تمسکات سے تمسک کرنیکی نظر سے وہ اہل سنت والجماعت کہلاتے ہین اور ان ہی تمسکات سے انکے تمسک کرنیکو آنحضرت صلعم نے انکے ناجی ہونے کی علامت ٹھہرایا ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے* ناجی فرقہ وہ ہی جو اس طریق پر ہو جسپر مین اور میرے صحابہ اما انا علیہ اصحابی جسمین ما انا علیہ سے سنت مراد ہے اور اصحابی سے جماعت صحابہؓ مگر افسوس صد افسوس ہزار افسوس ان دونون مسلمہ اصول اہلسنت والجماعت کے برخلاف تمہارا ایک رسالہ (جس کا نام وعنوان تو اتباع سلف ہے اور معنون وسفیہ ہے۔ کہ اقوال و آثار سلف کا جو ان کے

* قیل ومن ہم یا رسول اللہ قال ما انا علیہ واصحابی (مشکوٰۃ ص ۲۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فہم و درایت پر مبنی ہوں اتباع نہ کیا جاوے ولہذا وہ تمام بلاتفاوت سر ہوئے اس
مصرعہ کا مصداق ہے۔ ع برعکس نہند نام زنگی کافور) ۱۸ جنوری سنہ ۱۹۱۶ء کو مینو
اول سے آخر تک پڑھا۔ جس میں ان دونوں اصول دستور العمل و معیار اہل سنت کے
برخلاف یہ دو اصول مستحدثہ پائے (۱) آنحضرت صلعم کی بعض احادیث صحیحہ (باوجود
علم و تسلیم صحت) قرآن مجید کی تفسیر و تعیین مراد آیت میں واجب القبول نہیں
(۲) سلف صالحین صحابہ و تابعین وغیرہ اہل قرون ثلاثہ کی کسی قول یا فعل کی جو انکے
فہم و درایت پر مبنی ہو۔ نہ نقل و روایت پر تقلید جائز نہیں تمہارا ان اصول مسلمہ
اہل سنت کے برخلاف ان اصول مستحدثہ کا اس رسالہ میں بیان و اظہار کوئی نئی بات
اور محل تعجب نہیں۔ بلکہ لیست باول قارورۃ کسرت فی الاسلام کا مصداق ہے۔
یہ اصول مستحدثہ پہلے گمراہوں (معتزلہ وغیرہ) سے بھی منقول ہیں اور تمہاری تفسیر عربی
اور رسائل (آیات متشابہات و اصول و تفسیر و ترک اسلام و کلام المبین) کی بنا
انہی اصول مستحدثہ پر ہے نئی بات اور محل تعجب تو ۳۰ نفر علماء ساکنین وزیر آباد
آرہ۔ غازی پور۔ رامپور۔ گیلانی ضلع مونگیر دیکا ضلع پیلی بہت۔ لکھنو کے ضلع
فیروز پور۔ ملتان جمالپور ضلع مونگیر حیدر آباد دکن قلعہ میان سنگھ ضلع گوجرانوالہ
اور دہلی اوسان کو ساں ضلع بستی پھلواری اٹاوہ علیگڈہ بنارس کلکتہ۔ کی جن میں کو اکثر
بڑے نام علماء ہیں خصوصًا وہ لوگ جنہوں نے تمہارے رسالہ کی تعریف میں آسمان و زمین
کے قلابے ملا دیئے ہیں اور بعض کو تو ایسے الفاظ نہیں ملے جن سے وہ اس کی
تعریف کر سکتے۔ بعض انمیں واقعی بظاہر علماء و فضلاء و مدرس کتب معقول و منقول
بھی ہیں خصوصًا مصنفین فیصلہ آرہ) اس رسالہ کے متعلق تحریرات و تقریظات ہیں
جن میں وہ جملہ مضامین رسالہ کی تصدیق کر چکے ہیں۔ اور باوجودیکہ ہمارے رسالہ اشاعۃ السنۃ
جلد ۲۰ و ۲۱ میں تمہارے ان اصول مستحدثہ کا مفصل و مدلل رد ہو چکا ہے۔ اور وہ
رد ان کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے۔ اور اس رسالہ میں تم نے انہیں اصول مستحدثہ کو اختیار
کر کے انکے بیان و ثبوت پر (بزعم خود) زور دیا ہے ان حضرات نے ان اصول مستحدثہ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کچھ بھی خیال نہ کیا اور صرف اسوجہ سے کہ اس رسالہ کے سطادی بیان مین رد تقلید پایاجاتا ہے جس کے سننے سے انکو مزہ آتا ہے۔ اسکو تصدیق کردیا اور یہ نہ سمجھا کہ ہم نے اس رسالہ کی مجمل و عام تصدیق سے ان دونوں اصول مسلمہ اہل سنت والجماعت واہل حدیث کی بیخ و بنیاد کو کاٹ دیا ہے۔ واز آنجا کہ احیاء سنت وحمائیت اہل سنت وابطال باطل ودمغ اہل بدعت ایڈوکیٹ اہلحدیث (خاکسار) ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ کا پیشلی فرض ومنصب ہے۔ لہذا وہ اس رسالہ کا کراس اگزیمنیشن (سوالات جرح سے امتحان) کرکے عموماً اہلحدیث اور خصوصاً ان علما اہل تقریظات کو جو اس عاجز سے بلاواسطہ یا بالواسطہ نسبت تلمذ یا عقیدت ومحبت رکھتے ہین ثابت کر دکہاتا ہے۔ کہ اس رسالہ مین ان دونوں اصول اہل سنت واہلحدیث کا خلاف کیا گیا ہے۔ اور وہ رسالہ اس لائق نہ تہا کہ کوئی ایک بہی اہلسنت اہلحدیث اس رسالہ کی تصدیق کرتا ہماری اس مضمون کو پڑہکر امید ہے کہ وہ لوگ جو دہوکہ مین آکر اور تمہارے مغالطہ آمیز اصول کو نہ سمجھنے کیوجہ سے تمہاری تائید وتصدیق مین تقریظات لکہہ چکے ہین وہ اپنی تقریظات کو واپس لینگے اور جو لوگ تمہارے اصول مستحدثہ کو بمقابل اصول اہلسنت صحیح سمجھکر انکی تصدیق کرچکے ہین وہ حکماً او بضابطہ اہل سنت واہلحدیث کی جماعت سے خارج کئے جائینگے جیسے تم خارج کئے گئے ہو کائناً من کان وحیث ما کان فی الپنجاب او الہندوستان پس سنو اور خوب کان کہولکر سنو کہ جو کچھ تمنے فصل اول رسالہ میں کہا ہے وہ کلمۃ حق اُرید بہا الباطل کا مصداق ہے۔ یہ مسئلہ بلا شک وشبہ واختلاف مسلم اہلسنت واہلحدیث ہے کہ حاکم حقیقی اللہ تعالے ہے۔ اور رسول مقبول بہی خدا تعالے کے حاکم بنانے سے حاکم تسلیم کئے گئے ہین وہ بہی بذات خود بالاستقلال حاکم نہین ہین۔ ولہذا بوقت نزاع و اختلاف اہل اسلام اللہ تعالے اور اسکے رسول کیطرف انکا رجوع واجب ہے مگر تمہاری مراد اس مسئلہ سے یہ معلوم ہوتی ہے (جسکو خاکسار کہن سال تجربہ کار تاڑ گیا ہے۔ اور ۳۰ نفر اہل تقریظ سے کوئی ایک بہی نہین سمجہا) کہ اقوال صحابہ و تابعین وغیرہ سلف صالحین اہل قرون ثلاثہ جنکا خلاف ان سے مروی نہ ہو بلکہ صرف پہلے

© rasailojaraid.com

متبدعین معتزلہ وغیرہ نے انکا خلاف کیا ہو لایق تقلید و دستاویز نہین ہین (اگر انکا کوئی مستند معلوم نہ ہو) اقوال متبدعین متاخرین انکا معارضہ کر سکتے ہین مثلاً ایکطرف اقوال صدیق اکبر و فاروق اعظم ہون جن مین کوئی صحابی انکا مخالف نہو اور ان کے مقابلہ مین دوسری طرف اقوال جبائی اور ابو مسلم جاحظ معتزلی ہون اور کسی کے قول کا مستند کتاب و سنت سے معلوم نہ ہو تو اقوال ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو قول جبائی و جاحظ پہ کوئی ترجیح نہین ہے۔ اور انکی تقلید جایز نہین اگر اقوال جبائی و جاحظ کی کوئی وجہ معلوم ہو۔ بس اگر واقعی اس مسئلہ کے بیان سے تمہاری یہی مراد ہے۔ تو یہ مراد باطل ہے۔ اور قرارداد اہل سنت وجماعت کے مخالف ہے۔ اس کی بطلان پر وہی ادلہ شاہد ہین جو تمہارے رسالہ کی فصل دوم مین منقول ہین اس کی تفصیل فصل دوم کے اکزیمنیشن (امتحان) مین ہوتی ہے ؛

فصل دوم مین تمنے اتباع سلف صالحین کی تعریف مین چند احادیث نقل کی ہین ازانجملہ ہمارے تعرض کے لائق دو ہین ایک وہ حدیث نبوی ہے۔ جس مین

قال رسول اللہ خیر امتی قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ۔ متفق علیہ
عن ابن مسعود من کان مستناً فلیستن بمن قد مات فان الحی لا یومن علیہ الفتنة اولئك اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا واعمقها علما واقلها تکلفا اختارهم اللہ لصحبة نبیه ولاقامة دینه فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوهم علی اثرهم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم (مشکوٰة ص ۲۰)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان ہوا ہے کہ بہترین زمانہ کے لوگ میرے زمانہ کے لوگ ہین۔ پہر جو انکے قریب آئینگے پہر جو ان کے قریب ہونگے دوسری حدیث ابن مسعود رضہ ہے جسکا ترجمہ تمہارے ہی الفاظ سے نقل کیا جاتا ہے۔ حضرت ابن مسعود رضہ صحابی کا قول ہے۔ کہ جو کوئی کسی کی پیروی کرنا چاہے۔ وہ مرے ہوؤن کی کرے کیونکہ زندون کے حق مین فتنہ کا خوف ہے۔ وہ (جنکی پیروی کا حکم ہے) اصحاب رسول اللہ صلعم ہین جو اس امت

© rasailojaraid.com

میں افضل ہیں۔ نیکدل بڑے گہرے علم والے اور کم تکلف والے خدا نے انکو اپنے نبی کی صحبت کیلیئے چُناتہا۔ اور اپنے دین کے قائم کرنے کی توفیق دی ہی۔ پس تم لوگ انکی بزرگی پہچانو اور انکے نقش قدم پر چلو اور انکی عادات و اخلاق سے جس قدر طاقت رکہتے ہو تمسک کرو کیونکہ وہ سیدہی راہ پر تہے۔

اس ترجمہ کے بعد تم لکہتے ہو کہ اس مضمون کی روایات کثرت سے ہیں جو اہل علم پر مخفی نہیں جن میں اصحاب رسول اللہ کے اتباع و پیروی کی تاکید ہے ہاں یہ امر ہنوز منقیح طلب ہے۔ کہ اتباع و پیروی کا کیا مطلب ہے۔ پہر کہاہے اس سوال کا جواب اس سے عمدہ کیا ہو سکتاہے۔ جو قرآن مجید میں خدا تعالے نے خود بتلادی ہے آیت والذین اتبعوھم باحسان اور اسکا ترجمہ نقل کرکے تمنے کہاہے۔ کہ یہ آیت تبلارہی ہے کہ سلف صالحین کی پیروی جو خلف پر لازم ہے۔ وہ اخلاص و وفاداری میں ہے جزئیات میں نہیں پہر کہاہے اس دعوے کی مزید توضیح ہمکو اسوقت ملتی ہے۔ جب ہم محدثین اور اصولیین کا یہ قول دیکہتے ہیں قول الصحابی لیس بحجۃ مزید تشریح اسکی آیندہ فصل میں آتی ہے۔ اس فصل دوم کے متعلق ہم صرف اسقدر اگزیمینیشن (امتحان) کرنا چاہتے ہیں کہ جو اس فصل میں منقولہ احادیث و آیات و اثر ابن مسعود رضؓ سے اور جو اس قسم کی اور اس مضمون کی روایات کثیرہ میں اتباع و پیروی اصحاب رسول مقبول کی تاکید کا پایا جانا تمنے تسلیم کیا و آنجملہ بعض احادیث کو ہمنے حاشیہ* میں نقل کیا ہے ان سب سے کیا اسی قدر ثابت ہوتاہے۔ کہ صحاب نبوی کی پیروی انکے اخلاص وفاداری

* عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلعم لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۵۶۲	حذیفہ رضؓ نے کہاہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجہے معلوم نہیں کہ میں کس قدر تم لوگوں میں رہوں گا۔ (میں فوت ہوجاؤں) تو ان دونوں کی پیروی کرنا جو میرے بعد مقتدا ہونگے یعنی ابوبکر و عمر۔
عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی صلعم امرأۃ فکلمتہ فی شیٔ فامرہا ان ترجع الیہ قالت یا رسول اللہ ان جئت ولم اجدک کانہا ترید	جبیر بن مطعم رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت آنحضرتؐ کے پاس آئی اور اُسنے کسی (دینی) امر میں آنحضرتؐ سے کچھ عرض کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا

بقیہ حاشیہ: الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابابکر۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ صـ۵۵۲) عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر وقلبہ۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ صـ۵۴۹

بقیہ حاشیہ: کہ پھر آنا اُسنے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپکو نہ پاؤں یعنی آپ فوت ہوجاویں۔ تو آپنے فرمایا کہ پھر ابوبکر کے پاس آنا یعنی اسکی فرمودہ یا حکم کو میرا حکم سمجھنا حضرتؐ نے فرمایا خدا تعالے نے حق کو عمر کی زبان اور دل پر لگادیا۔ یا جاری کیا ہے +

© rasailojaraid.com

میں کی جاوے جزئیات میں نہ کی جاوے (۲) کیا آیت والذین اتبعوھم باحسان کا شان نزول اور مقصود اور سیاق و سباق اسی سوال کا جواب دینا تھا (۳) اور کیا یہ آیت ان جملہ احادیث و آثار کی جن میں بعض یقیناً نزول آیت کے بعد فرمائی گئی ہیں پیشگی تفسیر کرنے کو نازل ہوئی تھی (۴) اور کیا یہ آیت اپنے معنے مراد خداوندی میں ایسی مفسر و مفصل ہے کہ وہ ان احادیث و آثار میں وارد شدہ اتباع کی تفسیر و تبیین و تعیین مراد کر سکے اور اسکے یہی معنے مراد خداوندی ہیں جو تمنے بیان کیے ہیں (۵) اور کیا اس آیت کے بیان مراد میں مفسرین صحابہ وغیرہ کا اختلاف نہیں ہوا۔ یہی مفسرین صحابہ و تابعین نے اس کے یہی معنے بیان کیے ہیں

٭ موجودہ تفاسیر متداولہ میں سے اس آیت کی تفسیر میں جلالین اور تفسیر رحمانی میں خاص یا احسان کے ساتھ پیروی صحابہؓ کا مراد ہونا بیان ہوا ہے۔ نہ اخلاق و احسان میں پیروی کا مراد ہونا۔ جلالین کے یہ الفاظ ہیں والذین اتبعوھم الی یوم القیامۃ باحسان فی العمل۔ اور تفسیر رحمانی کے یہ الفاظ ہیں والذین اتبعوھم ای سلک سبیلھم بشرطہ اقترانھم باحسان وھی عبادۃ ربھم کانھم یرونہ۔ ان دونو عبارتوں میں احسان کو شرط عمل ٹھہرایا ہے۔ نہ وہ چیز جس میں پیروی کا حکم ہے۔ وہ چیز تو عمل ہے جو ہر عمل نیک کو شامل ہے۔ چنانچہ دوسرے مفسرین نے کہا ہے تفسیر معالم و تفسیر کبیر و فتح البیان وغیرہ میں جملہ اقوال و اعمال حسنہ صحابہ میں پیروی کا مراد ہونا بیان کیا گیا ہے۔ اور ایک معنے یہ بھی بیان ہوئے ہیں کہ پچھلے پہلے مہاجرین و انصار کو دعا و ترحم سے یاد کرتے ہیں۔ معالم میں کہا ہے اس آیت میں تابعین کے یہ شرط لگادی ہے کہ وہ صحابہ کے افعال حسنہ میں نہ برائیوں میں پیروی کریں ایسا ہی دوسری تفسیروں میں کہا ہے۔ ان تفسیروں میں جو افعالہم الحسنہ کا لفظ وارد ہے جزئیات کو شامل ہے یا نہیں۔

٭ قیل ھم بقیۃ المھاجرین والانصار سوی السابقین الاولین وقیل ھم الذین سلکوا سبیلھم فی الایمان والھجرۃ والنصرۃ الی یوم القیمۃ قال عطاء ھم الذین یذکرون المھاجرین والانصار بالترحم والدعاء وقال محمد بن کعب القرظی والذین اتبعوھم باحسان شرط فی التابعین شریطۃ وھی ان یتبعوھم فی افعالھم

جو تمنے بیان کیے ہیں۔ (۶) اور کیا مصنف رسالہ اور اسکے مصدقین ومقرظین سے کسی کے خیال میں ان پہلے پانچوں سوال سے کوئی سوال نہیں گذرا۔ اگر نہیں گذرا تو پھر اے حضو تمہاری تحریروں و تصدیقوں و تقریظوں کا اعتبار ہی کیا ہے۔ اور تمہاری اس فہم اور اس علمی لیاقت پر تمہارا کیا منصب ہے کہ تم منصف و مفتی بن بیٹھو یا کسی فتوے کی تصدیق میں قلم اُٹھاؤ۔

اور اگر یہ سب سوالات یا انمیں کوئی ایک ہی تمہارے خیال میں گذرا ہے۔ (چنانچہ ایک ثالث ثلثہ منصفین فیصلہ آرہ کے (جس کی تقریظ و تصدیق رسالہ میں ساتویں نمبر پر صفحہ (۵ و د) منقول ہے) خیال میں چوتھا سوال گذرا۔ اور اسنے صفحہ (د) رسالہ میں کہا ہے ؎۔ اتباع سلف فی الاخلاص نہایت گول لفظ ہے۔ اسکی توضیح کی ضرورت ہے!! تو پھر تمہاری دیانت و امانت و خدا ترسی و حق گوئی سے کیا باقی رہا کہ جس بات کو بسبب مورد سوال ہونے کے تم لوگ قطعاً صحیح ومثبت مدعا نہ سمجھے تھے۔ اور اس کو بیان معنے مراد اتباع و پیروی صحابہ میں فیصلہ کن ناطق نہ جانتے تھے اسکی صحت کا دعوے تم میں سے نوجوان نوآموز لڑکے کی قلم سے نکلا اور باقی ۳۰ نفر مے جنمیں بعض کہن سال آزمودہ کار علما اہل فتاہی تھے بے سوچے بے سمجھے عام طور پر اسکو تصدیق کر دیا۔ ایسے منصف اور ایسے مصدق انصاف سے کہو۔ اور کچھ تو علم و فہم و شرم سے کام لو اور بتاؤ کہ کس تفسیر میں اخلاص یا احسان کو ما فیہ الاتباع یعنی وہ چیز جس میں پیروی کی جاوے مراد ٹھہرایا ہے۔ یا جزئیات میں پیروی کی نفی کی ہے۔ اور تمہارا یہ اجتہاد اسلامی اجتہاد ہے یا معتزلانہ الحاد کیا اسی اجتہاد یا الحاد پر تم کو ناز ہے اور کیا تمہارے مقرظین تمہاری اسی علم و فہم و وسعت نظر اور دقت فہم کی تعریفیں کرتے ہیں وہ خدا سے نہیں تو علمی دنیا سے بھی شرم نہیں کرتے۔

الحسنۃ دون السئۃ (معالم مختصراً صفحہ ۴۱۹ و مثلہ او نحوہ فی التفسیر الکبیر صفحہ ۷۲۲ جلد ۴ فتح البیان صفحہ ۲۹۶ جلد ۱۔ بیضاوی ط ۳۲۶ فی عربی)

اسلامی سلطنت میں ہوں تو لائق عزل و تعزیر ہیں یا وہ اس لائق ہیں۔ کہ انکے فتوے و تصدیق کو کوئی اہل علم و دیانت عزت کی نگاہ سے دیکھے اور ان کو علماء دین و مفتیان شرع متین سے شمار کرے۔

یہ ساتوں سوال پہلے تو اے میرے روحانی فرزند! تمپر ہیں پھر تمہارے ۳۰ مصدقین پر کہ انہیں بھی بعض میرے بلا واسطہ یا بالواسطہ روحانی فرزند (شاگرد) ہیں۔ اگر کسی نے تم میں سے میرے سوالوں کے فوراً جواب دیکر ثابت کر دیا کہ جس اتباع و پیروی صحابہ رض کی احادیث مذکورہ بالا میں تاکید ہے۔ اس سے مراد ان کے جزئیات اعمال و اقوال میں پیروی نہیں ہے۔ تو میں تسلیم کرلوں گا کہ اب میرا فہم و ادراک درست نہیں رہا اور میں واقعی پنشن پانے کے لائق ہوگیا ہوں۔ جیسا کہ تمنے دو دفعہ پہلے اور تیسری دفعہ اب اپنے اخبار نام کے اہلحدیث میں لکھا ہے٭ اور تمہارے حامیوں اور مصدقوں نے اسپر سکوت اختیار کرکے اسکو صحیح تسلیم کرلیا ہے۔ کسی نے بھی تمکو نہ اس اخبار کے ذریعہ متنبہ کیا اور نہ پرائیوٹلی لکھا ہوگا کہ تمہارا اپنے روحانی باپ کے حق میں ایسا لکھنا مناسب نہ تھا۔ اس صورت میں ہمیشہ کے لیے تمکو میری طرف سے نجات و خلاصی ہو جائیگی۔ میں پنشن یاب ہوکر خانہ نشین ہو جاؤنگا اور کبھی تمہارے خطاب میں قلم نہ اوٹھاؤنگا۔ بلکہ خدا سے ڈرکر قلم کو توڑ کر خلوت نشین ہو جاؤنگا گو میرے حریف تمہاری مستقد ہمپر یہ شعر پڑھیں ؎

زاہد نداشت تاب وصال پری رخاں ❊ کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

اور اگر کسی سے بھی میرے ان سوالات کا جواب بن نہ پڑا اور یہ ثابت نہ ہو سکا کہ اس اتباع سے جزئیات میں پیروی مراد نہیں تو پھر تمکو ماننا پڑیگا (تم مانوگے تو اور لوگوں کو یقین ہوگا) کہ فرقہ اہلحدیث میں پنجاب و ہندوستان۔ بنگال۔ نیز ممالک متوسط وغیرہ میں تمہاری مغالطات کو سمجھنے والا اور تمہارے جیسے گمراہوں صرف ایک یہی خاکسار کہن سال ہے اگر اسکے لیئے قوم نے پنشن تجویز کرکے

٭ اخبار اہلحدیث ۲۸۔ جنوری سنہ ۱۹۱۰ء مطابق ۱۶ محرم سنہ ۲۸ھ ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

اسکو دینی خدمات سے سبکدوش کر دیا تو پھر علماء اہلحدیث کی غلطیاں نکالنے والا اور انکو حق صراح کہنے والا کون ہوگا۔ اور کہاں سے آویگا۔

و اس صورت میں بجائے پنشن دینے کے اس کی تنخواہ (چندہ اشاعۃ السنہ) میں اضافہ کرنا ہوگا۔ اور نیز اس صورت میں انجمن اہلحدیث کے بعض بے علم و بے خبر ممبروں کو (جو آریوں و عیسایوں میں تمہارے تمسخر آمیز مباحثہ کو دیکھ کر یا سُنکر تمہاری محبت میں مفتون اور غلو کے ساتھ تمہارے معتقد ہو رہے ہیں) تمہاری نسبت دین میں اعتقاد علم و فہم چھوڑنا پڑے گا۔ اور بعض حضرات اہلحدیث امرتسر کو جو کچھ بوجہ پیرانہ سالی کے غیر مستقیم الحواس و قلیل الفہم و الادراک ہو رہے ہیں۔ اور کچھ منصفین فیصلہ آرہ کی نافہمی کا شکار ہو کر ایسے فیصلہ کی دست آویز سے تمکو اہلحدیث سمجھ رہے ہیں۔ تمہاری نسبت اہلحدیث ہونے کا اور منصفین آرہ کی نسبت علم و فہم و لائق افتا ہونے کا اعتقا چھوڑنا پڑے گا۔ اور شعر فارسی و عربی منقولہ ذیل کا یقین کرنا ؎

گر ہمیں مکتب ست و ایں ملّا ٭ کار طفلاں تمام خواہد شد ؎
اذا کان الغراب دلیل قوم ٭ سیھدیھم طریق الھالکینا ٭

اور انکو ظاہری لفظی و کتابی علم کو اس مثل کا مصداق ٹھہرانا ہوگا ؎
یک من علم را دہ من عقل باید۔ ہمارے اس الزام مستوجب افحام کو پڑھکر تم یا تمہارا کوئی حمایتی منجملہ ان ۳۰ اشخاص کے یہ کہے کہ تمہارے اس دعوے کا کہ جزئیات میں پیروی اتباع صحابہ کا مراد نہونا اس فصل دوم سے اور اس آیت واتبعوھم باحسان سے ثابت نہیں ہوتا اسکا ثبوت فصل سوم میں آئیگا۔ تو اسکے جواب میں کہا جاوے گا کہ اس صورت میں تمہارا فرض تھا کہ تم اقرار کرتے کہ فصل دوم اسکے ثبوت سے بالکل قاصر ہے۔ اس آیت واتبعوھم باحسان سے جزئیات میں پیروی کا مراد نہونا ثابت نہیں ہوتا تمنے ایسا نہیں کیا اور تمام مضمون رسالہ کو تصدیق کر دیا تو اس تمہارے علم و فہم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا دیانت کو ضرور بٹہ لگ گیا۔ اب ہم فصل سوم کا اگزیمینیشن (امتحان) کرتے ہیں اور اس فصل کا بھی تمہارے اثبات مدعا سے قاصر ہونا اور تمہارے دعوے کا ناتمام ہونا کس و ناکس پر ظاہر کر دکھاتے ہیں۔ باللہ التوفیق۔

فصل سوم میں تمنے عجیب چال بازی دہوکہ دہی کی ہے اور اس سے اپنے جملہ متعرضین و مصدقین کی آنکھوں میں خاک و دہول ڈالکران کو روز روشن میں اندھا بنا دیا ہے۔ ان میں سے کسی ایک کو تمہاری دہوکہ بازی نظر نہیں آئی۔ ان دہوکہ بازیوں کی تفصیل ہم نمبروار کرتے ہیں۔

نمبر اول سب سے پہلے تمنے تقلید و اتباع کی تعریف ابو عبداللہ مالکی سے نقل کرکے کہاہے کہ بے دلیل بات کو ماننے کا نام تقلید ہے (جو ممنوع ہے) اور دلیل سے کسی کی بات مان لینا اتباع ہے (جو جائز ہے)

پہر تمنے کہاہے کہ جب تک تقلید کا مفہوم منقح (ہارمونز سے شاید اس سے مراد منقح بحارحطی سی ہو) نہو پوری وضاحت نہیں ہو سکتی اسلیے ہم اسکی تفصیل تمثیلات سے کرتے ہیں۔ پہر فیصلہ مقدمات عدالت کی مثال ذکر کرکے تمنے کہا ہے کہ جو انمیں واقعات کا بیان ہوتا ہے اسکو روایت کہتے ہیں اور جو اس بیان واقعات سے نتیجہ نکالکر حاکم عدالت فیصلہ کردیتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔ روایت اور بیان واقعہ کو محکمہ اپیل میں بھی واجب التسلیم سمجھا جاتا ہے۔ اور درایت حکام و فیصلہ عدالت کا اپیل میں ردّ کیا جاتا ہے۔ پھر اسکی شرعی تمثیل میں چند روایات حدیث کو اور جو انسے بطور فیصلہ درایت کی گئی ہے اسکو کتاب صحیح بخاری سے نقل کرکے تمنے کہاہے کہ حنفی علمانے ان روایات کو تو تسلیم کرلیاہے۔ مگر ان فیصلجات کو جو امام بخاری نے اپنی درایت کی ساتھ ان روایات سو نکالے ہیں صحیح تسلیم نہیں کیا جس سے ثابت ہوا کہ روایت و درایت میں فرق ہے روایت تو معتبر ہوتی ہے مگر درایت معتبر نہیں ہوتی۔ اس تمثیل سے تمنے یہ جتایا ہے کہ روایت میں پیروی جائز ہے۔ جسکو اتباع کہتے ہیں۔ درایت میں جائز نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو تقلید کہلاتی ہے۔

نمبر دوم۔ روایت و درایت میں فرق مذکور بیان کرنے کے بعد تمنے کہا ہے۔ کہ اسی لیئے محدثین کا عام اصول ہے کہ موقوف حدیث حجت نہیں ہے۔ اور امام شافعی کا قول مشہور ہے کہ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی کی تقلید نہ کی جائے

نمبر سوم۔ پہلے تمنے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم اتباع سلف میں بڑے متشدد تھے اور حق یہ ہے کہ ہونا ہی چاہیئے۔ حافظ موصوف نے اعلام الموقعین میں چھیالیس دلیلیں وجوب اتباع کی دی ہیں۔ مگر **زاد المعاد** میں حضرت عمرؓ کے فیصلوں پر ہنسی اڑاتے ہیں پھر اسکی تفصیل و تائید میں تمنے فاطمہ بنت قیس کی حدیث جسکا خلاصہ نمبر سوم کے جواب میں آویگا نقل کرکے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کی سخت مخالفت کی ہے اور اپنی تائید میں امام احمدؒ کا قول نقل کیا ہے۔ کہ امام احمدؒ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ پر ہنسا کرتے جو فاطمہؓ بنت قیس کے اس بیان پر کہ آنحضرتؐ نے اسکو طلاق بائن کے بعد شوہر کے گھر میں رہنے کا حق نہ دیا تھا۔ انہوں نے کیا اور کہا تھا کہ ہم اسکے بیان پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو چھوڑ نہیں سکتے۔

نمبر چہارم۔ پہلے تمنے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم نے دلائل وجوب اتباع صحابہؓ کے بعد ایک سوال کیا اور اسکا جواب بھی دیا ہے۔ پھر اس سوال و جواب کو اصل معہ ترجمہ نقل کرکے کہا ہے۔ کہ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اکیلے صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں مگر اس لحاظ سے کہ زمانہ صحابہ کا حق گوئی سے خالی نہیں کسی نہ کسی صحابی کا قول ماننا پڑیگا۔ ورنہ لازم آئیگا کہ تمام صحابہؓ حق گوئی سے خالی رہے۔ گویا اس میں فرد منتشرہ ہے جو موضوع ہے منتشرہ عامہ کا۔ اسمیں تمنے اپنی منطق بگھاری ہے۔ پھر تمنے کہا ہے اس بیان میں حافظ ابن القیم نے اس بحث کو صاف کردیا ہے۔ صورت اسکی یہ ہے کہ صحابہ کرام کیا اگر کسی مسئلہ کے متعلق چند اقوال ہیں تو پچھلے علماء کو اختیار ہے کہ ان میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جسکو چاہیں اختیار کریں۔ مگر ان سب سے الگ کوئی حکم یا کوئی تفسیر نکالیں۔ تو جائز نہیں۔ پھر اسی قلم سے اور اسی مُنہ سے اس اعتراف فیصلہ کن ہونے جواب اور صاف ہو جانے بحث کے برخلاف یہ بھی تمنے کہا ہے کہ اس کا جواب بفصل آئندہ میں آئیگا۔ پھر اس فصل آئندہ میں تمنے بصفحہ ۳۳۔ اس رسالہ ضلالت مقالہ کے اس جواب حافظ ابن القیم کے مضمون کا اعادہ کر کے کسی اصول یا قانون یا نص سے اس کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس قانون و اصول مسلمہ و فیصلہ کن جواب و صاف کنندہ بحث کے مقابلہ و جواب میں چار امثلہ علماء خلف و متاخرین کو پیش کیا ہے۔ جنمیں بقول تمہارے اُنہوں نے عملاً سلف کا خلاف کیا ہے۔ تین جگہ تو تفسیر قرآن میں اُنکا سلف سے خلاف کرنا تمنے بیان کیا ہے کہ ازاں جملہ ایک جگہ آیت سورہ یوسف میں ولقد همت به پر کلام کو ختم قرار دینا اور هم بها کو جزا آیا دال جزا شرط لولا ان رای برهان ربه ٹھہرانا ہے جس میں تمنے صفحہ ۳۴ رسالہ میں اپنے مخالف خاندان غزنویہ کو بھی شامل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ معنے خلاف سلف ہیں۔ اور دوسری جگہ ہاروت و ماروت کو شیاطین سے بدل قرار دینا ہے تیسری جگہ صفحہ ۳۶ رسالہ میں آیات صفات میں سلف کے برخلاف خلف کا تفویض کو چھوڑ کر تاویل کرنا بیان کیا ہے جس کے ساتھ باوجود تسلیم میری مفوض ہونے کے مجھے تاویل خلف سے دلبستگی رکھنے والا قرار دیا ہے اور چوتھے جگہ عقائد جملہ سلف سے حافظ ابن حزم کا خلاف کرنا تمنے بیان کیا ہے کہ اُنہوں نے ازواج نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو بعد انبیاء افضل الناس کہا ہے اس خلاف ابن حزم کی نسبت تمنے صفحہ ۳۷ رسالے میں کہا ہے کس جُرأت سے حافظ ممدوح تمام مسلمانوں کے خلاف رائے ظاہر کرتے ہیں یہ ہی حرّیت یہ ہے آزادی جس سے یہ جتایا ہے کہ ہم بھی اسی حریت اور اسی آزادی کے خواہاں ہیں اور اسی کے واسطے یہ نظائر پیش کرتے ہیں۔

پھر اسی صفحہ ۳۷ کے آخیر میں تم نے کہا ہے لطیفہ۔ آجکل دھیمی سی آواز ہمارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کانوں میں آیا کرتی ہے۔ کہ سلف صالحین صحابہ و تابعینؓ کے اقوال سے جس کو چاہو اختیار کرو۔ مگر اُن سے الگ بات نہ کہو بظاہر یہ ایک دل خوش کن اصول ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہم اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ بلکہ جہانتک ہمارا خیال ہے یہ حضرات بھی نہیں کر سکتے۔ پھر کہا اس کی ایک مثال ہم بتاتے ہیں۔ پھر اس مثال کے بیان میں کہا ہے کہ مجاہد تابعی نے تمام سلف صالحین کے برخلاف کہا ہے۔ کہ بنی اسرائیل میں آدمیوں کے بندر بنائے جانے سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل بندروں کی سے ہوگئے تھے نہ یہ کہ انکی صورت بدل گئی تھی۔ ان حضرات کے اصول کے مطابق ہم بھی یہ معنے اختیار کریں۔ تو ہمپر کوئی عتاب نہ ہوگا؟ یہ اصول سنکر ہنسی آتی ہے کہ کسی کلام کا صحیح یا غلط ہونا قائلین کے لحاظ سے کیوں مانا جاتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں "یعرفون الحق بالرجال"!

نمبر پنجم۔ حدیث اصحابی کالنجوم کو صحیح کہنے اور اس سے ہر ایک صحابی کی تقلید کا وجوب نکالنے والوں پر تمنے حافظ ابن القیم کا یہ اعتراض نقل کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہو۔ اور اس سے ہر ایک صحابی کی تقلید کا وجوب ثابت ہو۔ تو چاہیئے کہ باہم متخالف الرائے اور مختلف الاقوال صحابہ سے ہر ایک کی تقلید واجب ہو۔ پھر اس اختلاف کی چند ایسی مثالیں نقل کی ہیں۔ جن سب میں سب کی تقلید نہیں کیجاتی"! یہ تمہارا ستٗرہ صفحہ کا خلاصہ مطلب ہے۔

اب تم سنو۔ اور تمہارے معترضین سنیں کہ ان پانچ نمبروں میں تمنے کیا کیا جالبازی اور دہوکہ دہی کی ہے۔ اور بعض جگہ صریح کذب بیانی بھی اختیار کی ہے۔

نمبر اول میں تمنے ابو عبد اللہ مالکی کی تقلید سے (نہ کسی شرعی دلیل قرآن یا حدیث سے جس کی پیروی کے تم مدعی ہو) شرعی اصطلاح کی رو سے کسی کی بے دلیل بات مان لینے کو تقلید بتایا ہے۔ اور اسکو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور دلیل کی پیروی کو اتباع کہا ہے اور اسکو جائز بتایا ہے جسکا صاف اور صریح مطلب و مفاد یہ ہے اگر کوئی عامی یا جاہل کسی امام یا مجتہد یا کسی اور اہل علم سے کوئی مسئلہ متعلق حلال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا حرام یا نکاح وطلاق وغیرہ احکام کے پوچھے اور وہ اسکو نفس مسئلہ بتا دے مگر اسکی دلیل کتاب وسنت سے بیان نہ کرے تو اس امام یا مجتہد یا عالم کے قول کی پیروی اس کو جائز نہیں اور وہ پیروی اتباع نہیں کہلاتی جو جائز ہے۔ بلکہ تقلید کہلاتی ہے جو ممنوع ہے۔ اور یہ ایسی بات ہے جو تعامل قرون ثلثہ کے برخلاف ہے اور اسکو سفید جھوٹ کہا جاوے تو کوئی مبالغہ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور زمانہ صحابہ وتابعین میں عوام خواص سے مسائل دینی پوچھتے اور وہ اکثر مواقعہ پر بلا ذکر دلیل ان کو جواب دیتے اور وہ اُسپر عمل کرتے حضرت شاہ ولی اللہ (جن کو تم نے استاذ ہند کہا ہے اور واقعی وہ تمام اہلحدیث ہند کے استاذ ہیں) اور اُن سے متقدمین ومتاخرین علماء اصول وفقہ اس تقلید کو جائز بتاتے چلے آئے ہیں اور اسپر اجماع صحابہ وغیرہ کے مدعی اور ناقل ہیں۔

عدم جواز تقلید کے مدعی علماء سلف سے ہمارے علم میں صرف ایک حافظ ابن حزم گذرے ہیں جنہوں نے مطلق تقلید کو ناجائز کہا ہے۔ مگر استاذ ہند شاہ* ولی اللہ صاحب وغیرہ نے اُن کی کلام کی تاویل وتوجیہ کرکے اسکو اس عام قرارداد اور اجماعی عقیدہ علماء اسلام کے کہ "تقلید جائز ہے" مطابق کر دیا ہے اس اجماع کے ناقلین سے سب سے پہلے ان ہی حضرت کی کلام کو تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ آپ حجۃ اللہ البالغہ کے صفحہ ۱۵۹ میں اس اجماع کو نقل کرتے ہیں

فصل ومما يناسب هذا المقام التنبيه على مسائل ضلت في بواديها الافهام وزلت الاقدام وطغت الاقلام منها ان هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجمعت الامة ومن يعتد بها منها على جواز تقليدها وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى لا سيما في هذه

اور اسی صفحہ میں ابن حزم کے قول مذکور کی کہ "تقلید جائز نہیں" تاویل کر کے اس کو اجماع کے مطابق کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں منجملہ ان مسائل کے جنکے جنگلوں میں لوگوں کے فہم بہک گئے اور پاؤں پھسل گئے اور قلم تیر گئی ایک یہ مسئلہ ہے کہ چاروں مذاہب جو تحریر وتصنیف میں

* اسکی تائید وتصدیق خدا تعالیٰ نے تمہارے قلم سے نکلوا دی ہے صفحہ ۳۹ رسالہ اتباع اور صفحہ (۱۵۹) جلد ہذا ملاحظہ ہو۔

© rasailojaraid.com

الایام التی قصرت فیہا الہمم جدًا واشربت النفوس من الہوٰی و اعجب کل ذی رایٍ برایہ فما ذہب الیہ ابن حزم حیث قال التقلید حرام الخ

آچکے ہیں اُن کی تقلید کے جائز ہونے پر امت محمدیہ اور جو لوگ انہیں سے لائق اعتماد ہیں متفق ہو چکے اور اجماع کر چکے ہیں اور اسمیں جو مصلحتیں ہیں وہ پوشیدہ نہیں خصوصًا ان ایام میں کہ اسمیں ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور لوگوں کے نفوس میں ہوا پلائی گئی ہے۔ اور ہر ایک اپنی رائے کو پسند کرنے لگ گیا ہے پھر جو ابن حزم نے کہا ہے کہ تقلید حرام ہے تو اس کا محمل ومحل وہ شخص ہے جو باوجود طاقت اجتہاد ہر مسئلہ میں مقلد ہو رہے اور حدیث صحیح کے مقابلہ میں تقلید کرے۔

انکے بعد خاتم المحدثین امام المحدثین زمانہ شیخ الکل کے (جنکو تم اخبار اہلحدیث ۲۶ محرم ۱۳۱۰ھ میں شیخ الکل تسلیم کر چکے ہو اور کتاب معیار الحق کو انکی تصنیف مان چکے ہو) کلام کو تمہارے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ معیار الحق کے صفحہ ۴۲ میں عقد الجید سے اور صفحہ ۴۴ میں حجۃ اللہ البالغہ سے اور صفحہ ۵۶ میں تحریر ابن الہمام وشرح تحریر سید بادشاہ سے اور صفحہ ۵۷ میں شرح تحریر ابن امیر الحاج سے اور صفحہ ۶۲ میں مسلم الثبوت سے اور صفحہ ۶۳ میں شرح مسلم بحر العلوم سے اور ص ۶۵ میں مختصر الاصول سے اور صفحہ ۶۶ میں تقریر الاصول صاحب عنایۃ سے اور صفحہ ۷۱ میں پھر عقد الجید سے اور صفحہ ۷۴ میں تحصیل التعریف شیخ عبد الحق دہلوی سے اور صفحہ ۹۰ میں پھر مسلم الثبوت اور اسکی شرح سے اور صفحہ ۹۰ میں پھر مسلم الثبوت سے تقلید بلاتعیین کے وقوع وجواز پر اجماع نقل کیا ہے اور صفحہ ۵۷ وصفحہ ۵۹ و ۹۸ وغیرہ میں جواز تقلید اور وجوب مطلق تقلید کتاب عقد الفرید وغیرہ سے بتصریح نقل کی ہے اور خود بھی جا بجا اس جواز اور وجوب کا دعوی کیا ہے۔

معیار الحق میں یا اس سے پہلی تالیفات فقہا ومحدثین میں تقلید سے انکار واقع ہوا ہے تو کسی ایک خاص امام یا ایک مذہب کی تقلید بخیال وجوب سے انکار ہوا ہے نہ جواز مطلق تقلید سے ہے مگر ان کتابوں میں اور ان مقامات میں جواز یا وجوب تقلید

© rasailojaraid.com

نظر نہ آوے اور تمہارے مصدقین نے بھی نہ دیکھا ہو۔ تو پھر تمہارے اس اظہار کے بعد ہم اصل عبارات نقل کر کے مشتہر کرینگے اور اہلحدیث کے پبلک پر تمہاری اور تمہارے مصدقین کی علمیت وواقفیت وفہم ودیانت کا اچھی طرح اظہار کر دینگے۔

حضرت شیخنا وشیخ الکل کے آخری تصنیف رسالہ ثبوت الحق الحقیق ہے۔

اس رسالہ میں بھی حضرت شیخ الکل نے ایک ہی مذہب یا ایک ہی امام کی تقلید شخصی کے واجب اور جائز شرعی ہونے سے انکار کیا ہے نہ مطلق تقلید سے جس میں کوئی ایک مذہب کی تعیین نہ کرے اور اس تعیین کو حکم شرعی نہ جانے اور اس میں خطاب شارع کے وارد ہونے کا اعتقاد نہ رکھے چنانچہ پہلے رسالہ کے صٓ ۳ میں آپنے فرمایا ہے۔ تقلید شخصی خطاب شرع اور تکلیفات شرعیہ میں داخل ہوئی پھر فرمایا تقلید شخصی عند التحقیق مباح میں بھی داخل نہیں ہو سکتی اسلیے کہ مباح خطاب شارع میں داخل ہے اور تقلید شخصی خطاب شارع سے خارج ہے۔ پھر صفحہ آخیر میں فرمایا ہے۔ واضح ہو کہ جاہل ناواقف پر بمقتضائے آیت کریمہ لو کنا نسمع او نعقل ماکنا فی اصحاب السعیر الآیۃ هل یستوی الذین یعلمون الآیۃ و فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون وغیرہا من الآیات مسائل کا پوچھنا اور سیکھنا فرض وواجب ہے۔ شرعاً یعنی ہر جاہل وقت لاعلمی کی کسی عالم اہل ذکر سے خواہ وہ عالم افضل ہو خواہ وہ فاضل ہو خواہ وہ مفضول ہو۔ کیونکہ اہل الذکر عند التحقیق عام ہے مسئلہ دریافت کر لیا کرے خواہ ایک عالم اہل ذکر سے پوچھے یا دوسرے فی الجملہ جس سے تسلی اور دلجمعی ہو سکتی ہیں۔ پھر جب ایک یا دوسرے مثلاً دریافت کر لیا عہدہ تکلیف سے باہر ہو گیا اسپر مؤاخذہ شرعاً نہ ہا اور اسی پر اجماع ہو چکا۔ قطعاً اعلم ان کلاً من المجتہدین والعلماء الکاملین اهل الذکر الذین وجب سوالهم واتباعهم لمن لم یصل الی درجۃ النظر والاستدلال فان عمل احد من المقلدین بقول احد منهم فقد ادّی ما علیہ هذا حاصل ما یستفاد من القول السدید وغیرہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسئلہ یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل فی العلم عند الاکثر وعن احمد وکثیر المنع بل یجب النظر فی الارجح ثم اتباعہ لنا اولا کما اقول عموم فاسئلوا اهل الذکر وثانیاً القطع فی عصر الصحابة باستفتاء کل صحابیاً مفضولاً فکان اجماعاً ومن ثم قال الامام لولا اجماع الصحابة لکان مذهب الخصم اولی انتهی ما فی مسلم الثبوت فمن انکر عموم اهل الذکر فاولی ثم اولی۔ اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً واللہ اعلم بالصواب فاعتبروا یا اولی الابصار۔ مُھر سید محمد نذیر حسین صاحب

اس عبارت شیخ الکل کو چشم بصرت سے دیکھنے والوں کو یقین ہو گا کہ آپ کو تقلید شخصی کے وجوب اور جواز شرعی سے انکار ہے نہ مطلق تقلید کے وجوب یا جواز سے۔ اور جو معیار الحق کے صفحہ ۱۲۸ میں فتوحات مکہ سے نقل کیا گیا ہے۔ کہ جب کوئی شخص عالم ہو جاہل ہو۔ اور اس کو تقلید ہی کرنے کی ضرورت پڑے تو ایک ہی مذہب کا التزام نکرے اور مفتی سے سوال کرے تو یوں کہے کہ اس مسئلہ میں اللہ اور رسول ؐ کا حکم کیا ہے۔ پھر اگر مفتی اللہ و رسول کا حکم سناوے تو اسکو قبول کرے۔ اور اگر وہ یہ کہے کہ یہ میری رائے ہے تو اسکو نہ لے اور کسی دوسرے سے خدا اور رسول کا حکم پوچھے اس سے بھی عدم جواز تقلید ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ صاحب فتوحات نے ایسے سائل کو خود مقلد قرار دیا ہے۔ ہاں طریق سوال یہ بتایا ہے کہ جب پوچھے حکم خدا و رسول کا پوچھے اور جب اسکو معلوم ہو جائے کہ مفتی نے جو فتوے دیا اپنی رائے سے دیا ہے نہ حکم خدا اور رسول ؐ سے تو ایسی رائے کی تقلید نہ کرے اس میں اس درایت مفتی کی پیروی سے ممانعت نہیں پائی جاتی جو روایت حدیث یا قرآن سے استنباط کی ہو۔

جیسے تمہارے بیان کردہ اسکا احادیث سو امام بخاری نے حاصل کی ہو۔ صاحب فتوحات ایسی درایت کی پیروی سے منع نہیں کرتے اور تم ایسی درایت کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نا معتبر اور نا قابل تقلید بتلاتے ہو۔

بالجملہ معیار الحق سے پہلی کسی تالیف محدثین و فقہا میں یہ مسئلہ پایا نہیں جاتا کہ عامی کو مفتی کے فتوے اور اسکے درایت کی پیروی اور اسکی تقلید جائز نہیں۔ یہ تمہارا ہی دروغ ہے۔ جسپر تمنے ابو عبد اللہ مالکی کا قول معنے تقلید و اتباع میں نقل کرکے اپنے ناظرین و مصدقین کو دہوکہ دیا ہے اور اس سے ارکنڈ کا نتیجہ نکالا۔ تقلید کے صحیح معنے اصطلاح اہل اصول میں وہ ہیں جو معیار الحق کے صفحہ ۳۰ میں بیان ہوئے ہیں۔ ابنائے علیہ عرفی کے معنے کے روسے تقلید کو اتباع اور اتباع کو تقلید کہنا جائز تسلیم کیا گیا ہے۔ اور اس معنے کے روسے عامی کے لیے تقلید مجتہدین و علماء کی بالاتفاق جائز ہے اگر وہ بمقابلہ نصوص نہو اور اسمیں تخصیص و تعیین مذہب بزعم وجوب پائی جاتی ہو۔ اگر تم معیار الحق کا صفحہ ۳۰ دیکھ لیتے اور تقلید و اتباع کے صحیح معنے سمجھ لیتے تو ابو عبد اللہ مالکی کے قول سے نہ خود دہوکہ کھاتے اور نہ اپنے مصدقین و منتظرین کو دہوکہ میں ڈالتے اور اس دہوکہ کھانے سے اس کذب کی جرأت نکرتے کہ تقلید اور پیروی درایت ناجائز ہے۔ اور صرف روایت کا اتباع جائز ہے۔ بالفعل تمنے تمہارے مسلمہ کتب سے جواز تقلید و اتباع درایت ثابت کیا ہے۔ اگر ان کتب کی نقل و بیان کو نا قابل تسلیم ہونا تمنے ثابت کیا تو ہم احادیث نبویہ صحیحہ سے ثابت کر دکھائینگے کہ عوام کا تقلید خواص کرنا یعنے خواص کا عوام کو جواب مسائل بلا ذکر دلیل دینا۔ اور عوام کا پیروی خواص بغیر سننے دلیل کے کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پایا گیا ہے۔ آنحضرت نے اس عمل کو سنا اور اس سے منع نہ کیا جس سے آفتاب کے مانند ثابت ہوگا۔ کہ مطلق تقلید کے جواز سے انکار کرنا اور تقلید کا لفظ ہی سنکر چونک پڑنا عالم کا کام نہیں ہے۔ اور جو شخص ایسا کرے وہ عالم نہیں جاہل ہے۔ اگر وہ کچھ کتابیں پڑھا ہے یا مولوی فاضل کا لقب و خطاب حاصل کر چکا ہے۔ تو بھی وہ کمثل الحمار یحمل اسفارا کا مصداق ہے۔ یعنے چارپائے بروکتابے چند۔

نمبر دوم میں جو تم نے کہا ہے کہ محدثین کا عام اصول ہے کہ موقوف حجت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں اور امام شافعی کا قول ہے کہ صحابہ سے کسیکی تقلید نہ کی جاوے اسمیں دو مغالطہ کذب آمیز ہیں۔

اول یہ کہ عام محدثین میں امام احمد حنبل رح بھی داخل ہیں۔ کیونکہ وہ امام المحدثین تھے اور وہ شیخین کی متفق علیہ موقوف کو حجت جانتے ہیں۔ اور خلفائے اربعہ کے متفق علیہ کو اجماع جانتے ہیں۔ شیخ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جلد ۳ منہاج السنۃ کے صفحہ ۱۶۳ میں کہتے ہیں

ولھذا کان احد قولی العلماء وھو احدی الروایتین عن احمد ان قولھما اذا اتفقا حجۃ لا یجوز العدول عنہ وھذا اظھر القولین کما ان الاظھر ان اتفاق الخلفاء الاربعۃ ایضاً حجۃ لا یجوز خلافھا لامر النبی صلی اللہ علیہ وسلم باتباعھ (منہاج السنۃ ص۱۶۳ جلد ۳)

کہ علماء کے دو قول میں ایک قول یہ ہے اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے کہ شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی متفق علیہ حدیث حجت ہے اس سے عدول کرنا جائز نہیں اور یہی انکے دو اقوال میں سے ظاہر ترین قول ہے کہ خلفاء اربعہ کا اتفاق بھی حجت ہے اسکا خلاف جائز نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی پیروی کا حکم دیا ہے۔

اور کتاب مسلم الثبوت میں ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک شیخین اور خلفاء اربعہ کے اتفاق

ولا بالشیخین عند الاکثر ولا بالخلفاء الاربعۃ خلافاً لاحمد وبعض الحنفیۃ ومنھم القاضی ابو حازم۔ مسلم الثبوت

رائے سے اجماع ثابت نہیں ہوتا اس سے امام احمد اور بعض حنفیہ کو خلاف ہے کہ وہ اسکو حجت جانتے ہیں اور اجماع تسلیم کرتے ہیں۔

امام احمد رح کے اس قول سے صاف ثابت ہے کہ تمہارا موقوف کے حجت نہ ہونے کو عام محدثین کا اصول قرار دینا دو کذب سے خالی نہیں۔ اول اگر تم امام احمد کو محدثین سے نہیں سمجھتے تو یہ ایک صریح کذب ہے (۲) اور اگر انکو محدثین سے سمجھتے ہو تو پھر انکے نزدیک موقوف حدیث کو حجت نہ کہنا دوسرا کذب ہے۔

ایک اور بھی امام حدیث ہیں (امام الائمہ فخر الامۃ امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ) جن کو تم محدث نہیں سمجھتے جیسے کہ تمہارے نامہ نگار اخبار نہیں سمجھتے تو نہ سمجھو۔ اسلامی دنیا جن میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمہارے ایک پیشوا نواب صاحب بھوپال شامل ہیں جو (اتحاف النبلا کے صفحہ) میں انکو محدثین سے شمار کر چکے ہیں) تو انکو محدث سمجھتے تھے وہ امام تمام صحابہ کے موقوف حدیث کو حجت اور واجب العمل جانتے ہیں۔ اس امام عالیمقام کا قول کہ قول اصحاب نبوی کے مقابلہ میں میرے قول کو چھوڑ دو۔ اور جو آنحضرت کے اصحاب سے مروی ہو وہ میرے سر آنکھوں پر ہے صفحہ (۲۷۵) میں منقول ہو چکا ہے۔ اور آپکے تابعین سے شیخ ابن الہمام فتح

فقول الصحابی حجۃ عندنا یجب تقلیدہ مالم ینفہ شئی من السنۃ۔ (فتح القدیر)

القدیر حاشیہ ہدایہ میں فرماتے ہیں۔ صحابی کا قول ہمارے (حنفیہ) کے نزدیک حجت ہے اسکی تقلید واجب ہے جب تک کہ سنت نبوی اسکی نفی نہ کرے۔ یعنی حدیث اسکے برخلاف نہو۔

اس عبارت فتح القدیر کو صاحب دراسات نے بھی بصفحہ (۱۷۱) نقل کیا ہے اور جو اسکے معارض فتح القدیر میں عبارت پائی جاتی ہے اسکا جواب دیدیا ہے۔

دوسرا مغالطہ آمیز کذب یہ ہے کہ تم نے امام شافعی رح سے بلا تفصیل تمام صحابہ کے قول کا لائق تقلید ہونا نقل کیا ہے۔ حالانکہ امام شافعی سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ صحابہ کی رائے ہمارے رائے سے بہتر ہے۔ جو شعر جواز ہے۔ شیخ ابن تیمیہ

بالجملۃ فہذا باب یطول وصفہ فالصحابۃ ہم اعلم الامۃ وافقہہا وادینہا۔ ولہذا احسن الشافعی فی قولہ ہم یعنی الصحابۃ فوقنا فی کل علم وفقہ ودین وھدی وفی کل سبب ینال بہ علم وھدی ورایہم لنا خیر من رایئنا لانفسہم۔ (منہاج السنۃ صفحہ ۱۴۰ جلد ۳)

منہاج السنۃ جلد ۳ صفحہ ۱۴۰ میں فرماتے ہیں۔ بالجملہ صحابہ تمام امت سے بڑھ کر عالم تھے اور بڑھکر فقیہ اور بڑھکر دیندار اسی واسطے امام شافعی نے ان کے حق میں جو کہا ہے کہ صحابہ ہر علم اور فقہ اور دین اور ہدایت میں اور ہر ذریعہ حصول علم و ہدایت میں ہم سے بڑھکر تھے ان کی رائے ہمارے سے بہتر ہے۔

ایسا ہی آپ کے شاگرد حافظ ابن قیم نے کتاب رد ضرار میں امام شافعی رح

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے نقل کیا ہے۔ اور امام نووی نے مقدمہ شرح صحیح مسلم میں کہا ہے کہ

فاما اذا اختلف الصحابة على
قولين فان قلنا بالجديد لم يجز تقليد
واحد من الفريقين بل يطلب
الدليل وان قلنا بالقديم فهما دليلان
تعارضا فيرجح احدهما على الآخر بكثرة
العدد فان استوى العدد قدم بالائمة
فيقدم ما عليه امام على ما لا امام عليه فان كان على احدهما
اكثر عدداً ومع الاقل امام فهما سواء فان استويا
في العدد والائمة الا ان في احدهما احد الشيخين
ابي بكر وعمر رضي الله عنهما وفي الآخر
غيرهما ففيه وجهان لاصحابنا احدهما
انهما سواء والثاني يقدم ما فيه احد
الشيخين هذا كله اذا لم ينتشر اما اذا
انتشر فان خولف فحكمه ما ذكرناه
وان لم يخالف ففيه خمسة اوجه لاصحابنا
العراقيين الاربعة الاولى منها وهي
مشهورة في كتبهم في الاصول وفي
اوائل كتب الفروع احدها انه حجة
واجماع وهذا الوجه هو الصحيح
عندهم والثاني انه حجة وليس باجماع
(شرح مسلم)

جب صحابہ کے دو قول پر اختلاف ہو تو بنا بر
قول جدید امام شافعی ان دونوں کی تقلید
جائز نہیں اور بنا بر قول قدیم وہ دونوں
قول دو دلائل متعارض ہونگے پر ایک
کو دوسرے پر کثرت عدد سے ترجیح
دیجائے گی عدد میں دونو مساوی ہوں
تو جس قول پر کوئی امام ہو گا اسکو ترجیح
دیجائے گی۔ اگر ایک قول کی طرف
کثرت ہو۔ اور دوسری طرف امام
تو دونو مساوی ہونگے اور اگر عدد اور
اماموں میں مساوی ہوں۔ مگر ایک طرف
شیخین ابوبکر وعمر ہوں تو اس صورت
میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ دونوں مساوی
ہیں۔ دوسرا یہ کہ جس طرف شیخین ہوں
اُسے ترجیح ہو گی۔ یہ اختلاف اس
صورت میں ہے کہ وہ اقوال مشتہر نہ
ہوں اور اگر وہ مشتہر ہوں اور انمیں
اختلاف واقع ہو تو اسکا حکم مذکور ہوا
اور اگر اختلاف نہو تو اس میں ہمارے
اصحاب اہل عراق کے پانچ اقوال ہیں

(۱) یہ کہ وہ قول حجت ہے اور وہ اجماع منقول ہے یہی قول ان کے نزدیک
صحیح ہے (۲) یہ کہ حجت تو ہے مگر اجماع نہیں پھر تین اور اقوال بیان کیے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور حافظ ابن القیم سرے ہی سے امام شافعی رح کے حجیت قول صحابی سے انکار کرنے سے منکر ہیں۔ چنانچہ **اعلام الموقعین** جلد ۳ کے صفحہ ۲۱۷ میں فرماتے ہیں

واما الجديد فكثير منهم يحكي عنه فيه انه ليس بحجة وفي هذه الحكاية نظر ظاهر جداً فانه لا يحفظ له في الجديد حرف واحد ان قول الصحابي ليس بحجة ثم قال وقد صرح الشافعي في الجديد من رواية الربيع عنه بان قول الصحابة حجة يجب المصير اليه (اعلام الموقعين عن رب العالمين جلد ۳ ص ۲۱۷)

بہت لوگ امام شافعی کے قول جدید سے یہ نقل و حکایت کرتے ہیں کہ قول صحابی حجت نہیں مگر اس نقل و حکایت میں سخت کلام ہے۔ امام شافعی سے اس مضمون کا ایک حرف بھی محفوظ نہیں۔ امام شافعی نے قول جدید میں جو بروایت ربیع انسے مروی ہے صاف تصریح سے کہدیا ہے کہ قول صحابی حجت ہے اسکی طرف رجوع واجب ہے۔

اور اسی جلد ۳ کے صفحہ ۳۷۹ میں انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر صحابی نے دوسرے صحابی

وان لم يخالف الصحابي صحابياً آخر فاما ان يشتهر قوله في الصحابة او لا يشتهر فان اشتهر فالذي عليه الطوائف من الفقهاء انه اجماع وحجة وقالت طائفة منهم هو حجة وليس باجماع وقالت شرذمة من المتكلمين وبعض الفقهاء المتاخرين لا يكون اجماعاً ولا حجة وان لم يشتهر قوله او لم يعلم هل اشتهر ام لا فاختلف الناس هل يكون حجة ام لا فالذي عليه جمهور الامة انه حجة هذا قول جمهور الحنفية صرح به محمد بن الحسن وذكر عن ابي حنيفة رح ايضاً

کا خلاف نہ کیا ہو تو پھر اسکی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اسکا قول مشتہر ہو چکا ہے اس صورت میں اکثر فقہاء قائل ہیں کہ وہ قول اجماع ہے اور حجت ہے اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ وہ حجت تو ہے مگر اجماع نہیں ہے اور بہت ہی تھوڑے لوگوں متکلمین اور متاخرین فقہاء نے کہا ہے کہ نہ وہ حجت ہے نہ اجماع دوسری صورت یہ ہے کہ وہ قول مشتہر نہوا ہو۔ یا یہ کہ اسکا مشتہر ہونا اور نہ ہونا کچھ بھی معلوم نہو تو اسمیں بھی اختلاف ہے کہ وہ حجت ہے یا نہیں جمہور امت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وهو مذهب مالك واصحابه وتصرفه في موطئه دليل عليه وهو قول اسحق بن راهويه وابي عبيد وهو منصوص الامام احمد في غير موضع عنه واختيار جمهور اصحابه وهو منصوص الشافعي في القديم والجديد اما القديم فاصحابه مقرون به واما الجديد فكثير منهم يحكي عنه انه ليس بحجة وغاية ما تعلق به من نقل ذلك انه يحكي اقوالا للصحابة في الجديد ثم يخالفها ولو كانت عنده حجة لم يخالفها وهذا تعلق ضعيف جدا فان مخالفة المجتهد الدليل المعين لما هو اقوى في نظره منه لا يدل على انه لا يراه دليلا من حيث الجملة بل خالف دليلا لدليل ارجح عنده منه (اعلام الموقعين جلد ۳ ص ۳۷۹)

محمدیہ اسپر ہیں کہ وہ حجت ہے یہی جمہور حنفیہ کا قول ہے چنانچہ امام محمد رحؒ نے بتصریح کہدیا ہے کہ اور یہی امام ابو حنیفہ سے انکی تصریح سے نقل کیا ہے۔ اور یہی امام مالک اور ان کے شاگردوں سے بتصریح منقول ہے اور یہی امام شافعی سے قول قدیم و جدید میں صاف طور پر پایا جاتا ہے۔ ان کے قول قدیم کو تو انکے اصحاب بھی مانتے ہیں۔ رہا قول جدید سو بہتیرے لوگ ان سے حکایت کرتے ہیں کہ قول صحابی حجت نہیں ہے۔ یہ حکایت انکی اس فعل سے نکالی جاتی ہے کہ امام شافعیؒ صحابہ کے اقوال نقل کرکے پھر انکا خلاف کرتے ہیں اور اگر وہ انکو حجت جانتے تو ان اقوال کا خلاف نہ کرتے مگر یہ وجہ استنباط نہایت ضعیف ہے کیونکہ مجتہد کا کسی ایک دلیل سے دوسری اقوی دلیل کی نظر سے مخالفت کرنا اس امر کے دلیل نہیں ہو سکتی کہ وہ پہلی دلیل کو فی الجملہ بھی حجت نہیں جانتا بلکہ یہ مخالفت اس وجہ سے ہو سکتی ہے کہ وہ دوسری دلیل کو پہلی دلیل سے قوی تر سمجھتا ہے۔

اور اسی جلد ۳ کے صفحہ ۴۰۲ میں وہ فرماتے ہیں۔ جونسی کتاب کُتب

فاي كتاب شئت من كتب السلف والخلف المتضمنة للحكم والدليل وجدت فيه الاستدلال باقوال الصحابة ووجدت

سلف یا خلف سے حکم اور دلیل حکم کی متضمن تو دیکھنا چاہے گا اسمیں صحابہؓ کے اقوال سے استدلال کرنا تو مشاہدہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذلک طرزها وزینتها ولم تجد فیها قط لیس قول ابی بکر و عمر حجة ولا یحتج باقوال اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وفتاویهم ولا ما یدل علی ذلک۔ (اعلام الموقعین جلد ۳ صفحہ ۴۰۲)

کریگا اور اس امر کو تو اس کتاب کا دامن ونشان وزینت پاویگا اور کسی کتاب سلف یا خلف میں ہرگز نہ پاویگا کہ ابوبکر وعمر رض کا قول حجت نہیں ہے اور اقوال صحابہ اور ان کے فتوے لائق دستاویز نہیں ہیں اور نہ اس مضمون کا کوئی اور قول۔

امام شافعی سے اس تفصیل واختلاف کے منقول ہونے کے ساتھ تمہارا بلا تفصیل یہ کہدینا کہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اصحاب میں سے کسی کی تقلید نہ کی جاوے۔ مغالطہ آمیز کذب نہیں تو اور کیا ہے؟۔ اب اس سے بڑھکر اپنا کذب سنو!۔

نمبر سوم میں تم نے کہا ہے کہ حافظ ابن القیم ۲۷۸ دلائل وجوب اتباع صحابی کے دینے کے ساتھ حضرت عمر کے فیصلوں پر ہنسی اڑاتے اور زاد المعاد میں فیصلہ عمر کے سخت مخالفت کی ہے اور کہا ہے۔ کہ امام احمد حضرت عمر کے فیصلہ پر جو فاطمہ بنت قیس کا قول سُن کر انہوں نے کیا تھا ہنسا کرتے یہ ایک ایسا سفید یا سیاہ جھوٹ ہے کہ اسکے سبب تم پر آسمان ٹوٹ پڑے تو بجا ہے۔ زمین پھٹ کر تمہیں دھنسا دے تو یہ اسکی ادنے سزا ہے۔ خدائے صبور اور حلیم اس سزا سے تمکو بچالے تو وعید لعنت الله علی الکاذبین کی سزا سے تم ہرگز نہیں بچ سکتے۔

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں تو صاف اور بتصریح الفاظ میں یہ کہا ہے

وقد انکر الامام احمد هذا عن عمر و جعل یتبسم ویقول این فی کتاب الله ایجاب المسکن ونفقة للمطلقة ثلاثا۔ (زاد المعاد صہ ۳۱۶)

کہ امام احمد نے حضرت عمر رض سے اس قول کے ثابت ومنقول ہونے سے انکار کیا ہے۔ وہ اس قول کو حضرت عمر رضی الله عنہ سے نقل کرنے پر تبسم کیا کرتے اور کہا کرتے کہ قرآن میں مطلقہ ثلاثہ کے لیے سکونت اور نفقہ کا وجوب کہاں پایا جاتا ہے یعنی یہ حضرت عمر کا یہ کہنا کہ ہم کتاب اللہ کو ایک عورت کے کہنے سے چھوڑ نہیں سکتے کیونکر ممکن تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر حافظ ابن القیم نے کہا ہے کہ امام احمد سے پہلے فقیہہ فاطمہ بنت قیس نے بھی مطلقہ ثلاثہ کے لیے کتاب اللہ میں حکم سکونت کے پائے جانے سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ مجھ میں اور تم میں جو شوہر کے مکان میں سکونت کو لازم کہتے ہو کتاب اللہ گواہ ہے خدا تعالی نے جس آیت میں مطلقہ کو گھر سے نہ نکالنے کا حکم دیا ہے اس آیت میں طلاق رجعی کا ذکر ہے تب ہی فرمایا ہے کہ

انکرته قبلة الفقیهة الفاضلة فاطمة وقالت بینی وبینکم کتاب الله تعالی لا تدری لعل الله یحدث بعد ذلك امرًا وای امر یحدث بعد الثلث وقد تقدم ان قوله اذا بلغن اجلهن فامسکوهن یشهد بان الایات کلها فی الرجعیات۔ (زاد المعاد صـ۳۱٦)

شاید خدا کوئی ایسا امر پیدا کردے کہ وہ عورت تمہارے ہی نکاح میں آوے اور جب تین طلاقیں ہو جائیں تو پھر کونسا امر پیدا ہوگا۔ وہ عورت تو نکاح میں آ نہیں سکتی۔
اس عبارت میں لفظ ھذا۔ اور لفظ عن صاف بتا رہا ہے کہ امام احمد کا انکار تو بسبب اس قول کے حضرت عمر سے مروی ہونے پر ہے نہ حضرت عمرؓ سے ثابت اور مسلم قول پر اور اسکو انسے بسند صحیح منقول مانکر۔ بیٹا تمنے عربی پڑھی۔ یونیورسٹی سے سند حاصل کی اور تفسیر قرآن میں تمکو یہ دعوے ہے کہ بلا مراجعت حدیث نبوی و آثار سلفی تم عربی زبان دانی سے قرآن کے معنے بیان کرسکتے ہو پھر تمکو یہ لفظ ھذا و عن سے سمجھ میں نہ آیا کہ امام احمد کا انکار اس قول کے حضرت عمر سے ثابت مروی ہونے پر ہے نہ حضرت عمر سے اس قول کو بسند صحیح منقول مانکر اس قول پر انکار ہے۔
امام احمد یا ابن القیم اس قول کو حضرت عمر سے صحیح منقول مانکر اسپر انکار کرتے۔ تو حافظ ابن القیم اس انکار کے بیان میں بجائے لفظ عن لفظ علے بولتے اور یہ فرماتے وقد انکرا لامام احمد ھذا علے عمرؓ۔ اس بات کو مولوی فاضل ہو کر تمہارا نہ سمجھنا اور اس دروغ پر کہ یہ حضرت امام احمد و حافظ ابن القیم حضرت عمر کے فیصلوں پر ہنسا کرتے تو کچھ محل تعجب نہیں تم تو ابھی لونڈے ہو اور مقولہ مشہور ہے وہ بسیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمر باید تا پختہ شود خامے تعجب تو تمہارے مصدقین پر ہے جو کتب درسیہ پڑھاتے سفید ریش ہوگئے ہیں اور مدت سے حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں پھر وہ کتاب زاد المعاد کو نکالکر امام احمد کا یا ابن القیم کا کلام مذکور نکالکر نہ دیکھ سکے۔ اور اگر دیکھا ہو تو اُسمیں لفظ عن کو نہ سمجھ سکے اور باینہمہ وہ اپنی تقریظوں میں تمہاری کلی تصدیق کرتے ہیں۔ مصدق نمبر اول لکھتے ہیں کہ ہم نے رسالے کی سب نقول کو مطابق اصل پایا اور مصدق نمبر دوم اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مصنف نے جس موضوع پر اسکو تحریر فرمایا ہے۔ اسمیں وہ میرے نزدیک پورے کامیاب ہیں اور مصدق نمبر ۳ و ۴ و ۵ پہلے حضرات کی تقلید و تصدیق کرتے ہیں۔ اور مصدق نمبر چھ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں مجھے اس میں کہیں لغزش معلوم نہیں ہوئی۔ اور مصدق نمبر سات اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں کہ مولوی فاضل امرتسری کے ہر ایک دعوے کو مدلل اور ہر ایک دلیل کو مثبت پایا۔ جن دلائل عقلیہ و نقلیہ سے کام لیا ہے وہ مصنف فاضل ہی کا حصّہ تھا اور اسی قسم کی بولیاں اور لوگ بول گئے ہیں اور کسی نے اپنے علم و فہم و ایمان و صداقت بیانی و حق گوئی سے کام نہیں لیا فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب امام احمد کے اس قول کے معنے انہی کے دوسرے قول سے اور حافظ ابن القیم کی تشریح سے سنو۔

حافظ ابن القیم کلام سابق کے دوسرے صفحے میں فرماتے ہیں۔ حدیث

واما الطعن الرابع وهو معارضة روايتها برواية عمر رضى الله عنه فهذه المعارضة تورد من وجهين احدهما قوله لا ندع كتاب ربنا وسنة نبينا وان هذا فى حكم المرفوع۔ الثانى قوله سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لها السكنى

فاطمہ بنت قیس پر لوگوں کا جو تھا طعن یہ ہے کہ اُس کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کا یہ قول موجود ہے کہ ہم کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو ایک عورت کے کہنے سے نہیں چھوڑ سکتے۔ اور یہ قول حدیث مرفوع کے حکم میں ہے۔ دوسرا یہ قول جو حماد بن سلمہ سے وہ حماد بن ابی سلیمان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والنفقة ونحن نقول قد اعاذ الله
امیر المؤمنین من هذا الکلام الباطل
الذی لا یصح عنه ابدا قال الامام احمد
لا یصح ذلک عن عمر وقال ابو الحسن
الدارقطنی بل السنة بید فاطمة بنت
قیس قطعا ومن له المام بسنة رسول
الله صلی الله علیه وسلم یشهد شهادة الله
تعالی انه لم یکن عند عمر رضی الله عنه
سنة عن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان للمطلقة ثلثا السکنی والنفقة
وعمر کان اتقی لله واحرص علی تبلیغ
سنن رسول الله صلی الله علیه وسلم
ان یکون هذه السنة عنده ثم لا
یرویها اصلا ولا یبینها ویبلغها عن
رسول الله صلی الله علیه وسلم واما حدیث
حماد عن ابراهیم عن عمر رض سمعت
رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول لها
السکنی والنفقة فنحن نشهد بالله
شهادة نسال عنها اذا لقینا هذا
کذب علی عمر وکذب علی رسول الله
صلی الله علیه وسلم (زاد المعاد ص ۳۱)

سے وہ ابراہیم سے وہ حضرت عمرؓ سے
نقل کرتے ہیں چنانچہ ابن حزم کے
محلی سے زاد المعاد میں منقول ہے
کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے سنا کہ مطلقہ ثلاثہ کے لیے جائے
سکونت اور نفقہ ہے ہم کہتے ہیں
(حافظ ابن القیم کا قول ہے) کہ خدا
تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس
باطل کلام سے بچایا ہوا ہے امام احمدؒ
نے فرمایا ہے کہ یہ کلام حضرت عمرؓ سے
صحت کو نہیں پہنچا۔ امام ابو الحسن دارقطنی
نے کہا ہے کہ سنت رسول اللہ یقیناً
فاطمہ کے ساتھ ہے اور جسکو ذرا بھی
حدیث سے لگاؤ ہوگا وہ اللہ کے
واسطے شہادت دیگا کہ حضرت عمرؓ کے
پاس اس مضمون کی کوئی حدیث نہ تھی
حضرت عمرؓ حدیث کی تبلیغ کے بڑے
حریص تھے اور اس امر سے کہ حدیث
ان کے پاس ہو اور اسکو بیان نہ کریں
اور لوگوں کو نہ پہنچاویں بہت بچنے والے
تھے اور جو حدیث مذکور حماد نے نقل کی
ہے ہم اسکی نسبت خدا کی قسم سے شہادت دیتے ہیں جس سے ہمکو اس دن سوال
ہوگا جب ہم خدا کے پاس حاضر ہونگے کہ وہ حدیث حضرت عمرؓ پر اور آنحضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا ہے اُس کے راوی ابراہیم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فوت ہونے کے بعد پیدا ہوے تھے۔

ناظرین اہل دین صاحبان غیرت وشرم وتمکین! اس کذب ومغالطہ ثنائی کو پڑھکر خدا لگتی کہنا کہ اگر حافظ ابن القیم اور امام احمد سے وہ کلام (قول زادالمعاد میں پایا جاتا ہے جو اس عاجز خاکسار نے نقل کیا ہے۔ تو پھر ثناء اللہ کے کاذب دروغ گو ہونے میں کچھ شک وشبہ باقی رہتا ہے؟ کیا ایک ہی اسکا کذب اس کے کاذب ہونے کے لیے کافی نہیں ہے؟ اور اس صورت میں وہ مجلس اہلحدیث کے ممبر ہونے کے لائق رہتا ہے۔ اور کیا وہ انجمن صادقین کی ممبری سے علیحدہ کرنے کا مستحق نہیں ہوگا۔ اور اسکے مصدقین خصوصًا نمبر ا و ۲ و ۳ (جو فیصلہ آرہ کے منصف ہیں) علمار کہلانے کے مستحق رہتے ہیں اور انکا وہ فیصلہ قابلِ اعتبار رہتا ہے۔ اور آیندہ وہ کسی مقدمہ میں منصف بننے کے لائق رہتے ہیں۔ بینوا۔ توجروا۔ اسمیں ہمکو اور کسی محقق کو کلام نہیں کہ حضرت عمرؓ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو قبول نہیں کیا۔ اور اسپر اس روایت کے نقل وبیان میں نسیان وعدم ضبط کا گمان کیا اور اس کے برخلاف مطلقہ ثلاثہ کے لیے شوہر کے گھر میں سکونت کے وجوب کا حکم دیا اور یہ فیصلہ کیا۔ کلام صرف اس میں ہے کہ حافظ ابن قیم اور امام احمدؒ نے حضرت عمرؓ سے اس قول عمری کا سند صحیح مروی ہونا تسلیم کرکے اسپر ہنسی اور ٹھٹھا کیا ہے۔ ان دونوں کا کلام مذکور اس کی صریح تکذیب کرتا ہے۔ رہا یہ کہ جو حافظ ابن قیم اور امام احمدؒ نے کہا ہے وہ بجائے خود صحیح ہے یا نہیں۔ سو یہ امر دیگر ہے اس مقام میں اس کی بحث نہیں ہے

نمبر چہارم میں تمنے عجیب دوبارہ بازی کی ہے۔ پہلے حافظ ابن القیمؒ سے سوال معترض کا یہ جواب کہ "کسی اکیلے صحابی کا قول حجت نہیں تو انہیں سے کسی نہ کسی صحابی کا قول صحیح ماننا پڑے گا"۔ نقل کرکے اسکو فیصلہ کن اور بحث کو صاف کرنے والا قرار دیا ہے جس سے اپنے مصدقین کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر اندھا بنا دیا اور انکو یہ سوجھایا کہ میں حافظ ابن القیم کا معتقد ہوں۔ اور اتباع سلف

© rasailojaraid.com

میں انکے تشدد کو پسند کرنے والا اور انکے اس جواب کو تسلیم کرنے والا ہوں۔ اپنا معتقد بنا لیا۔ پھر اس جواب میں شبہ ڈالنے کو اس جواب کے برخلاف امثلہ اربعہ علماء متاخرین (جنمیں سے ایک میں غزنوی خاندان کو شامل کر لیا اور ایک میں مجھے آلودہ کرنا چاہا) پیش کرکے یہ جتایا ہے کہ حافظ ابن القیم کا جواب تو معقول و مقبول ہے مگر اسمیں شکل اگر یہ پڑ گئی ہے کہ اس جواب کے مطابق عمل خود آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا تو میں اسپر کیونکر عمل کر سکتا ہوں۔ اس مکر روباہی کا دفعیہ یہ ہے کہ جو جواب حافظ ابن القیم نے دیا ہے یہ ایک قانون اسلام ہے جس کو تمنے بھی زبان سے فیصلہ کن اور بحث کو صاف کرنے والا تسلیم کر لیا ہے۔ اور جو ان چار مثالوں میں جن کو تمنے اس قانون مسلم کے مخالف ٹھہرا کر بیان کیا ہے اور علماء متاخرین سے بقول تمہارے اس قانون کا خلاف ہوا ہے وہ ان علماء کے عملی فیصلجات ہیں اور یہ قاعدۂ کلیہ مسلمہ شریعت اسلام و قانون عدالت ہے کہ فیصلجات سے قانون رد نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ قانون کی خلاف ورزی سے ہمیشہ فیصلے منسوخ ہو جاتے ہیں اور رد کیے جا سکتے ہیں۔ بنا علیہ جس مثال میں ان امثلہ اربعہ سے یا دنیا بھر کی اور مثالوں میں اس قانون مسلم کا خلاف ہوا ہے۔ وہ مثال قابل رد ہے اور ان جملہ مثالو سے وہ قانون مسلم رد نہیں ہو سکتا۔ یہ دفعیہ اس صورت میں کہ ان چاروں مثالوں کو اس قانون مسلم کے مخالف تسلیم کیا جائے۔ اور اگر ہم ازانجملہ کسی مثال کو اس قانون کے مخالف نہ مانیں تو اسکی بھی گنجایش ہے۔ اور اس صورت میں اس دفعیہ کو پیش کرنی کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ ان چاروں مثالوں کے بلکہ پانچویں مثال کو (جو مجاہد تابعی سے تمنے بصفحہ ۲ رسالہ لطیفہ کی تائید میں نقل کی ہے) بلکہ اور جو مثال آئندہ تم یا تمہارا کوئی ہم خیال پیش کرے ان سب کے جواب میں یہ کہنا کافی ہوگا۔ ثبت العرش ثم النقش یعنی پہلے چھت بنا لو پھر نقش و نگار کی ہوس کرو۔

پہلے ان مثالوں کی نسبت تین امر کو جو بمنزلہ اصول موضوعہ ہیں ثابت کرو پھر انکو اس قانون مسلم کے برخلاف قرار دو۔ امر اول۔ جس بات میں تم خلف کے خلاف سلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے کے مدعی ہو۔ اس بات کا سلف سے بلا خلاف صحیح سند سے مروی ہونا اور سلف سے کسی کا اس بات میں خلاف نکرنا تم ثابت کرلو۔ اور اگر سلف سے وہ بات ثابت ہی ہو تو پھر خلف کا اس سے خلاف کرنا کونسی اور کیسے اعتراض کا محل ہے۔

امر دوم۔ یہ کہ جو بات کسی نے سلف صالحین صحابہ و تابعین کے قرار داد کے برخلاف کہی ہو۔ اور اسکے متعلق اسکو علم ہو گیا ہو کہ کل سلف کا قول اسکے برخلاف ہے کوئی سلف میں اسکا موافق نہیں ہے۔ اور پھر اسنے دیدہ دانستہ اس قول سلف کا خلاف کیا ہو۔

امر سوم۔ یہ کہ اس قول مخالف قول سلف کو خلف نے باتفاق کل یا باتفاق اکثر تسلیم کر لیا ہو۔ اور اگر یہ تینوں اصول موضوعہ ثابت نہوں یعنی اولاً وہ قول جس کا خلاف ہوا ہے سلف سے بسند صحیح ثابت نہو یا ہو۔ تو خلف نے عمداً اسکا خلاف نہ کیا ہو یعنی جس شخص سے اسکا خلاف ہوا ہو۔ اسکو یہ علم نہ ہو کہ سلف نے اسکے برخلاف کہا ہوا ہے اور وہ قول مخالف سلف ہے۔ یا خلف نے اس قول مخالف سلف کو باتفاق قبول نہ کیا ہو تو اسکی وہ بات اس قانون مسلمہ کے برخلاف نہیں ہو سکتی اور ان چاروں یا پانچوں مثالوں میں یہ تینوں امر ثبوت کو نہیں پہونچے۔ ولہذا وہ مثالیں اس قانون سلف کے مخالف تسلیم نہیں کیجا سکتیں میں نے چاہا تھا کہ ان سب مثالوں میں ان امور (اصول موضوعہ) کا پایا نہ جانا ثابت کروں۔ مگر پھر مجھے خیال آیا کہ میں اسکی تکلیف کیوں اُٹھاؤں اسکا بار ثبوت تو مدعی پر ہے جو ان مثالوں میں خلف کے خلاف سلف کرنیکا مدعی ہے اور اس وجہ سے اس ثبوت سے تعرض چھوڑ دیا۔ تاہم پہلی اور تیسری مثال کا (جنمیں خاندان غزنوی کو اور مجھکو شامل کیا گیا ہے) مخالف سلف نہ ہونا ثابت کرتا ہوں۔ پہلی مثال آیت ولقد همت به پر جملہ کو ختم کہنا اور وهم بها کو لولا ان رأی برهان ربه کی جزا مقدم یا دال بر جزا قرار دینا جو خلف نے اختیار کیا ہے۔ اور اسی کا اتباع خاکسار نے اشاعۃ السنہ جلد ۱۱ کے صفحہ ۶۷ و صفحہ ۹۰ میں کیا ہے اور اسکی تائید میں دوسری آیت قرآن اور محاورات عرب اور اشعار دواوین جاہلیت کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وارد کیا ہے) اسمیں امر اول منجملہ اصول موضوعہ پایا نہیں جاتا۔ سلف صحابہ رضی سے بسند صحیح ثابت نہیں ہوا کہ "جملہ وھمّ بھا پر ختم ہے اور لولا کی جزا، لواقعہا ہے جو محذوف ہے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا سے ہم بستری کا قصد کر چکے تھے۔ خدا کی طرف سے برہان نہ دیکھتے تو یہ فعل کر بیٹھتے"!

تفسیر وجیز میں کیا ہے۔ قال صاحب البحر ونعم ما قال ان جواب لولا ھو عین المقدم او دل علیہ المقدم ولیس فی کلام العرب ولا فی قواعد النحو ما یبنا فی ذلک نحو فارقتک لولا عصمک اللہ معناہ معناہ لولا العصمۃ لفارقت تقدیرہ ھھنا لولا ان رای برھان ربہ لھم لاکن ما ھم لرویۃ برھان ربہ ولم یصح من اقوال السلف شئ دال علی ھمہ علیہ السلام۔ وجیز (ہامش جامع البیان ص ۲۰۴)

تفسیر ابن جریر میں جو اقوال سلف نقل کئے ہیں وہ صحیح سند سے ثابت نہیں نہ تفسیر ابن جریر ملتزم الصحت ہے (اشاعۃ السنہ صفحہ ۲۲۶ جلد ۲۰ ملاحظہ ہو) اور نہ ابن جریر نے ان اقوال کی صحت کا دعویٰ اور اسکا اثبات کیا ہے۔

دوسری مثال (صفات باری میں خلف کی تاویل کرنے) میں متاخرین سے سلف کا خلاف تو ہوا ہے۔ مگر امر سوم منجملہ اصول موضوعہ پایا نہیں گیا۔ اس خلاف کو متاخرین سے صرف متکلمین نے صحیح سمجھا اور پسند کیا ہے۔ محدثین سے جمہور علماء نے اس کو تسلیم و پسند نہیں کیا۔ یہ امر رسالہ اشاعۃ السنہ جلد ۸ میں اور دیگر رسائل متعلق صفات مولفہ متقدمین و متاخرین میں بہ تفصیل ثابت ہو چکا ہے۔ خاکسار کی نسبت جو تمنے مذہب تاویل سے دل بستگی رکھنے کا دعوے کیا ہے۔ یہ مثل دروغ گویم بروے تو کا مصداق ہے۔ میںنے تو رسالہ جلد ۸ کے صفحہ ۴۸ میں صرف موولین کی تکفیر سے روکا ہے "تاویل سے کسی قسم کی دل بستگی کا اظہار نہیں کیا۔

چوتھی مثال (حافظ ابن حزم کے ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد الانبیاء افضل الناس کہنے) کو تمام مسلمانوں کے برخلاف کہکر تمنے اسکی یوں تعریف بھی کی ہے کہ یہ ہے حریت۔ یہ ہے آزادی۔ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تم کو بھی عام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کے برخلاف حافظ ابن حزم کا یہی قول پسند ہے اس مثال کی نسبت امر موہوم (از قبول موضوعہ) کا پایا نہ جانا تمنے خود ظاہر کیا ہے۔ لہذا اس مثال کے ناقابل اعتبار ہونے اور اس قانون مسلم کو توڑنے کے لائق نہ ہونے پر ہم کو اور دلیل قائم کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ایسی حریت ایسی آزادی کی گمراہی ہونے پر آیت وافی ہدایت ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی ونصلیه جهنم وساءت مصیرا کافی دلیل ہے۔

حافظ ابن حزم نے یہ دعوے واعتراف نہیں کیا کہ اس قول میں میرے ساتھ سلف یا خلف سے کوئی مسلمان نہیں۔ لہذا وہ اس آیت کے مصداق نہیں تم اس دعوے کے مدعی ہو کر تمام مسلمانوں کے خلاف کو جائز رکھتے ہو۔ اور اسکی تعریف کرتے ہو۔ لہذا تمکو مصداق آیت مذکورہ قرار دینا تمہر اقبالی ڈگری ہے۔

ہرچند حافظ ابن حزم ظاہری بڑے پایہ کے امام ومجتہد ومحدث تھے۔ جنکی تعریف ہم بھی ضمیمجات اخبار سفیر ہند ۱۸۷۶ء میں کرچکے ہیں مگر بحکم المجتہد یخطی ویصیب وہ بعض متفردات میں خطا بھی کر گئے ہیں۔ اور ایسے متفردات میں اور محدث انکے ساتھ نہیں ہوئے۔ انکے متفردات سے یہ ایک بات بھی ہے کہ وہ تعلیقات صحیح بخاری کو گو بصیغہ جزم ویقین ہوں صحیح نہ مانتے تھے۔ بنا بر علیہ بعض تعلیقات بخاری کو جو حرمت مزامیر میں وارد ہیں وہ غیر صحیح قرار دیکر مزامیر وملاہی (سارنگی۔ طبلہ۔ ڈھول وغیرہ) بجانے کو جائز وحلال کہہ گئے ہیں۔ اور بعض غیر صحیحہ احادیث کو (جیسے عدم رفع یدین میں حدیث ابن مسعود ہے) صحیح بتا گئے ہیں۔ ان کے ان متفردات کو بھی تم حریت کہوگے اور ان میں بھی انکی پیروی کروگے۔ سارنگی طبلہ بجانے کو حلال کہوگے؟ کہوگے تو قوم اہلحدیث سے وہی عزت پاؤگے جو اس فعل کی تحلیل پر ہونی چاہیئے۔

اس امثلہ کے بعد جو تمنے لطیفہ بیان کیا ہے وہ بھی رو باہی مکروں کا مجموعہ ہے اسمیں ایک مکر تمہارا یہ کہنا ہے کہ: دھیمی سی آواز ہمارے کانوں میں آیا کرتی ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اقوال سلف صالحین سے جس کو چاہو اختیار کر وان سے الگ بات نہ کہو" یہ بات تو تم کو نقارہ کی چوٹ سے کہی گئی ہے پھر اسکو وہمی آواز کہنا مکر یا تجاہل نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسرا مکر تمہارا یہ سوال کرنا ہے کہ جو بات مجاہد تابعی نے کہی ہے ہم بھی کہینگے توہمپر عتاب نہو گا؟ اس مکر و سوال کا جواب یہ ہے کہ جب تک یہ نقل صحیح یہ ثابت نہو کہ مجاہد تابعی نے حضرت ابن عباس وغیرہ اصحاب نبوی سے یہ بات کہ "بنی اسرائیل کے لوگ واقعی اور سچ مچ بندر و خنزیر بنائے گئے تھے اور پھر وہ ہلاک ہوگئے تھے" سُنکر اور اسکو محفوظ رکھکر اسکے مقابلہ میں یہ تاویل کی تھی کہ "انکے دل بندروں کیسے ہوگئے تھے صورت نہ بدلی تھی"۔ مجاہد پر کسی قسم کا عتاب وطعن نہ ہوگا اور چونکہ تمہر تفاسیر کی اتفاقی نقل سے ابن عباس وغیرہ صحابہ سے وہ بات ثابت ہوچکی ہے لہذا تمہارا ابن عباس کی تفسیر کو چھوڑکر قول مجاہد کو اختیار کرنا یقیناً مورد عتاب ہوگا اور تم کو یہ کہا جائے گا کہ تمنے اپنے مرشد پیر نیچر کی تفسیر کے صفحہ ۱۰۷ سے یہ بات اخذ کی ہے۔

بیضاوی ورازی وغیرہ مفسرین نے قول مجاہد کو اپنی تفسیروں میں نقل کیا ہے تو اسکی نسبت اپنے رضا و پسندیدگی کا اظہار نہیں کیا۔ بلکہ اس آیۃ کی تفسیر میں قول ابن عباس کو مقدم کیا ہے۔ اور قول مجاہد کو موخر کرکے کم وقعت کردیا ہے۔ بلکہ امام رازی نے جلد اول تفسیر کے صفحہ ۵۵۵ میں قول مجاہد کو غیر ضروری اور بلا حاجت لکھکر اور بھی کم وقعت و بے اعتبار کر دیا ہے۔ لہذا مفسرین پر اس قول مجاہد کے نقل و بیان کے سبب بھی کوئی عتاب نہیں ہوسکتا۔

تیسرا مکر تمہارا یہ کہنا ہے کہ ہمکو یہ اصول سُنکر ہنسی آتی ہے کہ کسی کلام کا صحیح یا غلط ہونا قائلین کے لحاظ سے کیوں مانا جاتا ہے۔ اسیکو کہتے ہیں یعرفون الحق بالرجال اس مکر کا جواب یہ ہے۔ یہ اصول جسپر تمکو ہنسی آتی ہے۔ جملہ ادیان سماویہ میں مسلم چلا آتا ہے اور یہی اصول اسلام نے مسلم رکھا ہے۔ اسی سے انبیاء کا اتباع واجب ہوا ہے اور کفار و مشرکین و مبتدعین کا ممنوع اور اسی اصول سے شہادت عدول معتبر ہوئی ہے۔ اور شہادت فساق نا معتبر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کو سب سے پہلے اس اصول کی تعلیم خداتعالےٰ نے قرآن میں دی ہے پھر اسکے رسول مقبول نے حدیث میں پھر آپکے اصحاب اور اُنکے تابعین وغیرہ سلف صالحین نے اپنے آثار و اقوال میں۔

ان سب اقوال کی تفصیل قرآن اور کتب حدیث میں ہے۔ ازانجملہ بعض اقوال صحیح مسلم کے دیباچہ میں صفحہ ۶ سے صفحہ ۱۱ تک منقول ہوئے ہیں۔

ہم اس مقام میں دو قول ایک رسول مقبول کا۔ ایک تابعی کا نقل کرتے ہیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو فرمایا ہے۔ یعنی میری آخری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو تم سے ایسی باتیں کہینگے جو تم نے سنی ہونگی اور نہ تمہارے باپوں نے اپنے آپ کو ان سے بچایا۔

عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال سیکون فی اٰخر امتی اناس یحدثونکم بالحادیث لم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم۔
(صحیح مسلم صـ۹)

اور محمد بن سیرین تابعی نے فرمایا یہ علم دین ہے پس دیکھو تم اپنا دین کس شخص سے لیتے ہو۔

عن محمد بن سیرین قال ان ھذا العلم دین فانظروا عمن تاخذون دینکم۔
(صحیح مسلم صـ۱۲)

ان دونوں قولوں میں اشخاص ہی سے حق و ناحق پہچاننے اور اسکو رد یا قبول کرنے کی ہدایت ہوئی ہے۔ متعلق روایت ہو خواہ متعلق درایت۔ پس اگر اس اصول پر ہنسی آتی ہے تو یہ ہنسی خداتعالیٰ اور اسکے آیات اور اسکے رسول مقبول سے ہنسی ہے۔ اور آیت قل اباللہ وایاتہ ورسولہ کنتم تستھزءون کی مصداق ہے جسکے بعد ایمان سے کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ تمہارا ایمان تو بڑا وسیع ہے لہٰذا تمسے یہ سوال نہیں ہے۔ یہ سوال تمہارے ان مصدقین (ممبر الغایت نمبر۲) سے ہے جو عمر بھر قرآن و حدیث کے پڑھنے پڑھانے میں رہے ہیں۔ اور اس شغل میں انکے بال سفید ہوگئے اور دانت گر گئے ہیں۔ اور وہ تمہارے رسالہ میں اس قسم کے کفریات دیکھکر اس رسالہ کے مصدق ہوگئے ہیں۔ ان سے ہمارا یہ بھی سوال ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ کیا آپ لوگوں کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ سمعیات اور دین میں حق کو رجال (رسول مقبول وصحابہ وتابعین وغیرہ سلف صالحین) سے نہیں پہچانا جاتا۔ بلکہ حق کو اپنی عقل ورائے سے پہچانکر جن لوگوں میں وہ حق پایا جاوے انکو حقانی سمجھا جاتا ہے۔ کائنا من کان۔

نمبر پنجم میں بھی تمنے گٹ سازی وچالبازی کی ہے۔ حافظ ابن القیم رحمہ سے مختلف اقوال صحابہ میں سب کی تقلید کا واجب نہونا نقل کرکے اسکا مطلب یہ بتایا ہے کہ انکے نزدیک کسی صحابی کی بھی تقلید لازم نہیں۔ حالانکہ انکی کلام کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ بصورت اختلاف ہر ایک کی تقلید لازم نہیں۔ انمیں سے کسی نہ کسی کی پیروی یا تقلید لازم ہے۔ انکی کلام کا یہ مطلب تمنے خود صفحہ ۱۴* رسالہ میں بیان کیا ہے پھر صفحہ ۲۰ میں پہنچکر بحکم دروغ گورا حافظہ نباشد۔ اسکو بھول گئے۔ اور اسکا یہ مطلب بتایا کہ کسی صحابی کی تقلید واجب نہیں ہے۔

* صفحہ ۱۴ رسالہ میں تمنے کہا ہے "اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اکیلے اکیلے صحابی کا قول حجت اور دلیل نہیں۔ مگر اس لحاظ سے کہ زمانہ صحابہ کا حق گوئی سے خالی نہو۔ کسی نہ کسی صحابی کا قول صحیح ماننا پڑے گا۔ ورنہ لازم آئے گا۔ کہ تمام اصحاب حق گوئی سے خالی رہے۔ گویا حق ان میں فرد منتشر ہے۔ جو موضوع ہے۔ منتشرہ عامہ کا یعنے متعین نہیں۔

اس بیان میں حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اصل بحث کو صاف کردیا کہ محض کسی صحابی کا قول حجت نہیں۔ بلکہ وہ دوسرے کے ساتھ ملنے سے ہے۔ اس کو علماء اصول "عدم قائل بالفصل" کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کو اجماع کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے صورت اس کی یہ ہے کہ صحابہ کرام میں اگر کسی مسئلہ کے متعلق چند اقوال ملتے ہیں۔ تو ان سے پچھلے علماء کو یہ اختیار ہے کہ ان میں جسکو چاہیں اختیار کریں مگر ان سب سے الگ کوئی حکم یا کسی آیت کی تفسیر نکالیں۔ تو یہ جائز نہیں" صفحہ ۳۴۸ میں اسکا خلاصہ منقول ہوا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فصل چہارم میں جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں بھی تدلیس و تلبیس و مغالطات واکاذیب سے کام لیا ہے۔

از انجملہ چند نمبر جن کو تمہارے خارج از مذہب اہل حدیث و داخل فرقہ معتزلہ ہوتے ہیں زیادہ دخل ہے نقل کر کے ان کی مغالطات و اکاذیب ظاہر کئے جاتے ہیں۔ باقی کو غیر ضروری سمجھکر نظر انداز کیا جاتا ہے

نمبر اوّل تم نے تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ سے چند سطور اس مضمون کی نقل ہیں کہ جو شخص قرآن کی تفسیر علم لغت وغیرہ علوم آلیہ کے بغیر کرے وہ مفسر بالرائے ہے اور جو ان علوم کے ساتھ تفسیر کرے وہ مفسر بالرای نہوگا اور اس سے اپنے خیال میں تمنے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ "چونکہ میں تفسیر قرآن لغت کے ساتھ کرتا ہوں چنانچہ تفسیر آیت کو ترامت کثیرہ سے کی ہے ایسی ہی تمام تفسیر لغت سے کی ہے لہذا بحسب شہادت تفسیر اتقان میں مفسر بالرای نہیں ہوں"

نمبر دوم پہلے تم نے صرف زبان سے نہ دل سے[1] آنحضرت اور ان کی مرفوع حدیث کو تفسیر قرآن ہونے کا حق بوجہ اقدم دیا ہے جس سے اپنے نافہم مصدقین کی آنکھوں پر روغن قاز ملکر اپنا یہ اعتقاد ظاہر کیا ہے کہ میں آنحضرت صلعم اور انکی حدیث کو مفسر قرآن مانتا ہوں۔ پھر دو ہی سطر کے بعد عملاً اسکا خلاف کیا اور صاف کہدیا ہے کہ "مگر بعض احادیث میں کسی آیت کا تلاوت فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہوتا ہے۔ جس سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے اس آیۃ کا تفسیر کر کے اسکی تعیین مصداق فرمائی ہے۔ حالانکہ وہ سباق و سیاق آیت کے برخلاف ہوتا ہے۔ پھر اسکی ایک مثال تمنے یہ بیان کی ہے کہ پیغمبر خدا رات کو حضرت فاطمہ اور علیؓ کے پاس آئے اور فرمایا تم رات کو تہجد نہیں پڑھا کرتے۔ حضرت علی نے کہا ہمارے نفس خدا کے قبضہ میں

[1] بحکم سہ ان اللسان علی الفواد دلیل۔ تمہارا آیندہ قول سپارہ اشاعۃ السنہ صفحہ ۳۰ اور صفحہ ۳۵۲ رسالہ ہذا میں منقول ہے اسپر دلیل ہے کہ دل سے تم حدیث آنحضرت کو تفسیر قرآن ہونے کا حق نہیں دیتے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوتے ہیں۔ جب وہ چاہیگا تو ہمیں اٹھا دے گا۔

یہ سنکر حضور واپس پھرے اور یہ فرماتے تھے۔ کان الانسان اکثر شئی جدلا۔ اور پھر اس حدیث کے مفسر قرآن ہونے کے ثبوت میں تمنے کہا ہے کوئی اہل ایمان باور کرسکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا منشا اس آیت کے پڑھنے سے آیت کی تفسیر کرنا اور تعیین مصداق بتلانا تھا۔ بلکہ آپنے اس آیت کے پڑھنے سے اس جواب پر اظہار ناراضگی کیا اور اشارہ فرمایا۔ کہ یہ جواب پسندیدہ نہیں۔ اور پھر دوسری مثال تمنے آنحضرت کی وہ حدیث بیان کی ہے جس میں ذکر ہے کہ جب آیت تطہیر اہلبیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین کو ایک کپڑے میں لے کر جناب باری میں یہ عرض کی۔ یا اللہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں۔ تو ان کو پاک کردے۔

اور پھر تمنے کہا ہے کہ یہ حدیث سباق وسیاق بلکہ نص قرآن کے خلاف ہے۔ اسلیئے مفسرین (صاحب معالم وخازن وغیرہ) نے اس حدیث کو تفسیر آیت تطہیر اور علی فاطمہ اور حسنین کو مصداق اہلبیت نہیں ٹھہرایا۔ بلکہ صرف ازواج کو مصداق ٹھہرایا ہے۔ جسکی وجہ یہی ہے کہ اس حدیث کو سباق قرآن کے برخلاف سمجھا۔ پھر تم نے اس زبانی اقرار سے (کہ آنحضرت اور آنکی حدیث مرفوع بوجہ اتم مفسر قرآن ہونیکا حق رکھتی ہیں) بھی انکار کردیا۔ اور صاف کہدیا کہ حدیث کو تفسیر قرآن ہونے کا حق حاصل ہے۔ مگر اسوقت جبکہ قرآن کی آیت مجمل ہو اور اگر مفصل صریحہ ہے۔ اور حدیث اس آیت کے سباق کے برخلاف ہے تو حدیث قابل تاویل ہے یعنی پھر وہ مفسر قرآن نہیں ہوسکتی۔ اس رسالہ میں تو تم مرفوع حدیث کی تفسیر قرآن نہ ہونے کی دو ہی مثالیں لائے ہو اور رسالہ آیات متشابہات میں تمنے دو مثالیں اور بھی ذکر کی ہیں۔ ایک حدیث تفسیر آیت کوثر کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوثر سے حوض کوثر مراد ہے۔ اور دوسری حدیث آیت تفسیر مسجد تقویٰ سے کہ اس سے آپکی مسجد مراد ہے۔ پھر تمنے اس رسالہ آیات متشابہات میں کہا ہے کہ اس قسم کی اور بھی کئی حدیثیں آئی ہیں جو قرآن مجید کے سباق و سیاق سے الگ تھلگ تفسیر بتلاتی ہیں وہ درحقیقت تفسیر قرآن نہیں ہوسکتیں۔ جیسے تفسیر حدیث آیت رباط کہ اس سے ایک نماز سے دوسری تک انتظار کرنا مراد خداوندی ہے۔

یہ تو سُنا ثنائی پارٹی کے ممبرو۔ ثناء اللہ کے حامیو! اسکے رسالہ رد اتباع سلف کے مصدقو! فیصلہ آرہ کے منصفو! اب تو اسکا بھانڈا میدان میں پھوڑا گیا۔ اب بھی ثابت کروگے اور کہوگے کہ ثناء اللہ بعض احادیث نبویہ کے مفسر قرآن ہونے کا منکر نہیں ہے اور اسکا وہ زبانی اقرار دلی اعتقاد کے مخالف نہیں ہے۔

نمبر سوم۔ پھر تمنے مقدمہ تاریخ ابن خلدون سے یہ بات کہ متقدمین کی منقولی تفسیریں غلط اور صحیح ہر قسم کی روایات سے بھری پڑی ہیں نقل کر کے تفسیر سلف سے انکار کرنے کے لیئے تمہید جمائی اور یہ بات کہی ہے کہ پھر جو شخص ان روایات پر مدار مذہب قرار دے وہ اہل علم کی نگاہ میں اہل علم ہوسکتا ہے؟ یہ کہکر اپنے مصدقین رسالہ کی آنکھوں پر روغن قازملکر اُن کو جملہ تفاسیر متقدمین و سلف صالحین سے بے اعتقاد کر کے تمنے کہا ہے کہ اب ہم بتلاتے ہیں۔ کہ فن تفسیر میں سلف کی تقلید خلف نے کہاں تک واجب قرار دی ہے۔ پھر تمنے سلف کے برخلاف خلف کی تفسیر قرآن کرنے کی چار مثالیں ذکر کی ہیں (۱) تفسیر آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا (۲) تفسیر آیت هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔ (۳) تفسیر آیت استواء (۴) تفسیر مسخ بنی اسرائیل اور پانچویں مثال سلف کے برخلاف ابن حزم کا اعتقاد افضلیت ازواج نبی۔ یہ تمہاری فصل چہارم کے اٹھارہ صفحہ کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ مطالب لائق تعرض ہے اب ان نمبروں کے مغالطات واکاذیب کی تفصیل سنو۔

نمبر اول میں جو تم نے کہا ہے وہ کلمۂ حق ارید بہا الباطل کا مصداق ہے۔ بے شک اور بلا اختلاف علم لغت وغیرہ علوم الیہ عربیہ کے بغیر مفسر قرآن بننا جائز نہیں ہے۔ اور جو شخص ان علوم سے بے علم ہو کر مفسر قرآن بن بیٹھے وہ مفسر بالرائے ہے اور یہی صاحب تفسیر اتقان کی کلام مذکور سے غرض ومقصود ہے۔ مگر صاحب اتقان یا کسی اور اہل علم مسلمان سنی کا یہ قول واعتقاد نہیں ہے کہ مجرد لغت وغیرہ علوم عربیہ کی مدد سے تفسیر قرآن جائز ہے اور تفسیر قرآن کے لیے تفسیر حدیث نبوی اور آثار سلفی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت وحاجت نہیں ہے جیسا کہ تمہارا اعتقاد وعمل وادعا ہے۔ اور اس پر تمہاری تفسیر عربی اور رسالہ آیات متشابہات اور رسالہ اتباع سلف اور رسالہ ترک اسلام شاہد ہیں۔ اس اصول وعمل واعتقاد کو صاحب اتقان وغیرہ اعیان اہلسنت نے معتزلہ وغیرہ ملاحدہ کا عمل واعتقاد قرار دیا ہے۔ چنانچہ تفسیر اتقان کے نوع ۷۸ میں جس سے تھوڑی سی عبارت تم چرالائے ہو بصفحہ (۵۳۵ و ۵۳۶) کہا ہے۔

فاکثر ما فیہ الخطاء من جہتین احدہما انہم اعتقدوا معانی ثم حملوا لفظ القراٰن علیہا والثانی قوم فسروا القراٰن بمجرد ما یسوغ ان یریدہ من الناطقین بلغۃ العرب من غیر نظر الی المتکلم بالقراٰن والمنزل علیہ والمخاطب بہ الی ان قال فان الصحابۃ والتابعین والائمۃ اذا کان لہم فی الآیۃ تفسیر وجاء قوم فسروا الآیۃ بقول اٰخر لاجل مذہب اعتقدوہ وذلک المذہب لیس من مذہب الصحابۃ والتابعین صار مشارکا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للمعتزلة وغیرھم من اھل البدعة فی مثل ھذا وفی الجملة من عدل عن مذھب الصحابة والتابعین الی ما یخالف کان مخطیاً فی ذلک بل مبتدعاً۔

اس مضمون کو تفسیر اتقان میں صفحہ ۵۳۵ سے صفحہ ۵۴۴ تک اداکیا ہے اور اپنے بیان کی تائید میں اکابر اہلسنت ابوطالب طبری۔ زرکشی ابن تیمیہ ابن الانباری وغیرہ ائمہ کی کلام کو نقل کیا ہے۔ ان سب کی عبارات اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ میں صفحہ ۲۷۹ سے صفحہ ۲۹۴ تک منقول ہیں۔

تمنے اس جلد میں ان عبارات کو دیکھ کر اور انمیں اپنے اس اصول وعمل واعتقاد کا رد معائنہ ومشاہدہ کرکے پھر اس اصول کا اس رسالہ اتباع میں اعادہ کیا ہے اور دنیا وآخرت کی شرم کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔ ہم ان عبارات کا اس مقام میں اعادہ کرنے کو فضول جانتے ہیں۔ تمہارے رسالہ کے مصدقین سے جن کے پاس وہ جلد ۱۲ پہنچ چکی ہے اور پھر انہوں نے اس میں تمہارے اس اصول وعمل واعتقاد اور اسکے امثلہ مذکورہ کا رد ملاحظہ کرکے اس رسالہ اتباع کی تصدیق کی ہے۔ وہ کمال افسوس کا محل ہیں۔ ان میں سے جن کو رسالہ اشاعۃ السنہ بلاقیمت دیا جاتا ہے آئندہ انکا رسالہ بند کیا جائے گا انشاءاللہ تعالےٰ۔ وہ اب اس رسالہ کے مستحق نہیں رہے۔ وہ جلد ۱۲ سے نفع نہیں اوٹھا سکے تو آئندہ اس رسالہ سے کیا نفع اوٹھائیں گے

نمبر د وم میں جو تمنے حضرت علی کے جواب مذکور پر آنحضرت کے آیت قرآن پڑھنے کو تفسیر قرار دینا خلاف ایمان قرار دیا ہے۔ اسمیں تمنے آنحضرت کی نسبت اپنے اس یقین وایمان کا اظہار کیا ہے کہ آپنے اس آیت کے لفظ جدل کا معنے ومفہوم نہ سمجھا تھا۔ اور اس وجہ سے اس آیت کو بے محل وبے موقعہ پڑھ دیا تھا۔ مگر جسکے دل میں آنحضرت کی نبوت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور لغت عرب کو اور معانی قرآن کو بخوبی سمجھنے کا ایمان و اعتقاد ہوگا وہ یقین کریگا کہ اگرچہ اس آیت کا اصل مورد نزول اور اصلی مصداق کوئی اور شخص یا اشخاص تھے مگر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؑ کے جواب مذکور کو اسی جدل کا ایک فرد قرار دیا ہے جس کی مذمت اس آیت میں پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے آپ کے اس جواب پر اظہار ناراضگی کیا۔ اور اس کو ناپسندیدہ قرار دیا (جس کے تم بھی معترف ہوگئے ہو) لہذا آپ کا اس آیت کو پڑھنا جا پڑ دبا موقعہ ہوگیا جدل کے معنی قدیم لغت عرب میں اور جدید اصطلاح فن مناظرہ میں یہی تھے اور ہیں کہ انسان دوسرے کے مقابلہ میں ایسا کلام پیش کردے جس سے اس کو دوسرے کا اسکات مقصود ہو حضرت علیؑ پر جو آنحضرت نے بطور نصیحت نماز تہجد نہ پڑھنے کا اعتراض کیا تو اس کا صحیح و منصفانہ جواب آپ کا یہ کہنا تھا کہ یا حضرت یہ ہماری تقصیر نفس ہے آئندہ ہم کوشش کرینگے کہ نماز تہجد پڑھیں۔ حضرت علیؑ نے بمقضائے بشریت بجائے اس کے آنحضرت کے حضور میں ایک ایسا مسئلہ (کہ ہمارے نفس خدا کے اختیار میں ہیں) پیش کر دیا جو آپنے آنحضرتؐ ہی سے سیکھا ہوا تھا۔ اور حضرت علیؑ کے علم میں آنحضرت کو اس مسئلہ کا علم سب سے پہلے حاصل تھا پھر جو حضرت علیؑ نے اپنے آپ کو اعتراض سے بچانیکے لیئے اس تحصیل حاصل کی طرف رجوع کیا تو یقیناً آپ کا مقصود اس مسئلہ کے بیان و اظہار سے آنحضرت کے سکوت فرمانے کا قصد تھا جو عین مفہوم جدل ہے۔ اس صورت میں کون اہل ایمان باور کرسکتا ہے کہ آنحضرتؐ کا حضرت علیؑ کے جواب مذکور کو جدل قرار دینا۔ اور دیگر مصادیق آیت کے ساتھ اس جواب علی مرتضیٰؑ کو شامل کرنا اور منجملہ تفاسیر آیت اسکو بھی ایک تفسیر ٹھیرانا بے موقع و بےمحل تھا۔ یہ اسی شخص کا کام ہے جو آنحضرتؐ کی نسبت نبوت کا دلی ایمان و یقین نرکھتا ہو۔ بلکہ عام عربی دانی و سخن فہمی کا بھی اعتقاد نرکھتا ہو۔ اور یہ سمجھتا ہو کہ آپ کسی یونیورسٹی سے سند فضیلت حاصل نہ کرنے کے سبب اور عربی لغت و سیاق و سباق آیات کا پورا علم حقیقت نرکھنے کے سبب یونہی بلا موقعہ بےمحل آیات قرآن پڑھ دیا کرتے تھے

کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم ان یقولون الا کذبا۔

اس مثال کے بعد جو دوسری مثال ہیں اس رسالہ اتباع میں اور تیسری اور چوتھے اور پانچویں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مثالوں میں رسالہ آیات متشابہات وغیرہ میں تمنے دہوکہ دہی و دروغ گوئی کی ہے۔

اس کا بیان تفصیل کے ساتھ اشاعۃ السنۃ جلد ۲۰ میں صفحہ ۲۲۱ اور جلد ۲۱ میں صفحہ ۱۳۵ وغیرہ دیا گیا ہے۔ تم نے اُن جلدوں میں ان مغالطات کا بیان دیکھ کر رسالہ اتباع میں اس مثال کا اعادہ کیا ہے ہم اپنے بیان کا اعادہ نہیں کرتے۔ طالب شائق مواضع محولہ کی طرف مراجعت کریں

اس مقام میں اُس تفصیل کا خلاصہ بیان کیا جاتا ہے۔ جلد ۲۰ کے صفحہ ۲۲۱ میں حدیث حوض کوثر کا مفسر آیت کوثر ہونا تفسیر فتح البیان وغیرہ سے ثابت کیا ہے۔ جسکے مفسر قرآن ہونے کو مثل اذا جاء نصر اللہ بطل نہر معقل کا مصداق ٹھہراکر باقی سب تفسیروں کو جو صرف لغت پر مبنی ہیں کان لم یکن قرار دیا گیا ہے۔ اور جلد ۲۱ کے صفحہ ۱۳۵ میں اولاد نبوی کو بوجہ اقدم مصداق اہلبیت ہونا اکثر تفسیروں (معالم۔ خازن۔ ابن کثیر۔ جامع البیان۔ تفسیر کبیر وغیرہ) سے نقل کیا گیا ہے۔ اور اسکے صفحہ ۱۳۶ میں حدیث مسجدی ہذا کا فرد کامل مسجد تقوی کا ہونا تفسیروں سے نقل کرکے اسپر تمہارے اس سوال وخیال کا اگر مفسرین ان احادیث کو مصداق الفاظ آیت مانتے تو ان الفاظ (اولاد نبی اور مسجد نبوی) کو فرد کامل کیوں کہتے!! ایسا جواب دیا ہے جس سے تمہارا علم اصول و منطق سے ناواقف ہونا ثابت ہوتا ہے اور کلی مشکک کے افراد واوصاف کو نہ سمجھنا۔

نمبر سوم میں جو تمنے مقدمہ تاریخ ابن خلدون کی عبارت نقل کرکے اس سے ایک تمہید جمائی اور اس سے یہ بات نکالی ہے کہ متقدمین وسلف صالحین کی جملہ تفاسیر بے اعتبار ہیں یہ محض دروغ بے فروغ ہے۔ سلف سے بہت سا حصہ تفسیر کا قابل اعتبار بھی ہے۔ تم نامعتبر تفسیر کی تفصیل کرتے تو ہم بھی اسکے مقابلہ میں صحیح وقابل اعتبار تفسیر کی تفصیل کرتے۔ آسکے بعد جو تمنے پانچ مثالیں بیان کی ہیں جنمیں تمہارے زعم میں خلف نے سلف کا خلاف کیا ہے۔ ان مثالوں میں تمہاری دہوکہ بازی و دروغ گوئی کا اظہار نمبر چہارم فصل سوم کے مغالطات کے ضمن میں ہو چکا ہے ناظرین صفحہ ۳۴۲ کو دیکھیں۔

. . . . ان مثالوں میں تمنے کہیں کذب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صریح سے اور کہیں مغالطہ سے کام لیا ہے۔

فصل پنجم میں جو تم نے کہا ہے اسمیں ہمارے تعرض کے لائق اور ہماری غرض کے متعلق صرف تمہاری دو باتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی مکذب ہیں۔ پہلے تم نے صفحہ ۳۰ رسالہ میں اصحاب نبوی کا طریق عمل یہ بتایا ہے کہ بعض انمیں سے بظاہر کتاب وسنت پر عامل ہوتے اور بعض اُن کے دقائق فقہیہ بھی سوچا کرتے پھر صفحہ ۳۹ میں کہا ہے کہ اسی بنیاد پر بعض روایت حدیثیہ کے بیان کر دینے کو کافی جانتے اور بعض اُس کے برعکس الفاظ حدیث بیان کرنے سے پرہیز کرتے اور بجائے اُس کے مسائل فقہیہ (جو ان کی سمجھ میں آتے) بلا ذکر الفاظ حدیث) تبلادیتے۔

اس بیان میں صاف اقرار ہے کہ زمانہ صحابہ میں ایسے مفتی بھی ہوتے جو الفاظ حدیثیہ بیان نہ کرتے۔ بلکہ احادیث سے مستنبط مسائل لوگوں کو بتا دیتے اس بیان کا لازمہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ جن کو فقہاء صحابہ مسائل فقہیہ بلا ذکر احادیث بتادیتے وہ انہی کے بیان کردہ مسائل پر کاربند ہو جاتے اور یہی بعینہ تقلید ہے جس سے تم بھاگے تھے۔ اور آخر اس کے قائل ہو گئے اور مثل فر من المطر وقام تحت المیزاب کے مصداق بن گئے۔ پھر اس بیان کے برخلاف تم نے صفحہ ۴۱ وصفحہ ۴۲ رسالہ میں کہا ہے کہ ائمہ اربعہ نے الگ الگ فرداً فرداً آپنی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کیا ہے۔ اور عبداللہ بن معتمر نے کہا ہے کہ "مقلد اور چوپایہ میں کوئی فرق نہیں ہے"۔ اِن اقوال سے تم نے یہ نتیجہ بھی نکالا ہے۔ کہ تقلید شخصی ایک ایک کی مذموم ٹھہری تو اس سے جمہور وجماعت کی تقلید بھی مذموم ہو گئی تقلید شخصی کے منکر اور تقلید جمہوری کے قائل غور کریں۔ پھر کہا ہے۔ مزید کے لیے آئندہ فصل (نمبر ۶) ملاحظہ ہو۔

اس بیان میں عوام کے لیے تقلید خواص کرنے کی مذمت کرنے میں جو مغالطہ ہے وہ تو تمہارے بیان سابق سے ظاہر ہو سکتا ہے۔ جبکہ تم پہلے بیان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کر چکے ہو۔ کہ بعض اصحاب نبوی بلا ذکر احادیث مسائل فقہیہ بتاتے اور اُس کا لازمہ نتیجہ یہ ہے کہ وہ لوگ بلا سُننے احادیث کے ان مسائل پر عمل کرتے تو پھر عوام کے لیے تقلید خواص کے مذموم ہونیکے کیا معنے۔ اب رہے خواص جو دلائل شرعیہ کیطرف خود رجوع کر سکتے ہیں اور کتاب و سنت میں نظر رکھتے ہیں تو اُن کے لیے ضرورت تقلید کا ہمارے گروہ اہلحدیث میں قائل ہی کون ہے جسکو تم الزام دیتے ہو ایسی ہی خواص کو ائمہ اربعہ اور عبد اللہ بن معتمر نے تقلید سے منع کیا ہے۔ اور اس تقلید کی ممانعت و مذمت میں اقوالِ علماء معیار الحق و منح الباری و تبیان و رسالہ اشاعۃ السنۃ میں بھری ہوئے ہیں تم تو آج پیدا ہوئے ہو علماء کے لیے تقلید بوقت موجودگی نصوص کی بیخ کنی رسائل مذکورہ میں تو تمہارے تولد سے سالہا سال پہلے ہو چکی ہے۔

ہاں بوقت عدم وجدان و عدم تیسر نصوص تقلید مجتہدین واجب اور جائز ہے۔ واجب مطلق تقلید (یا جمہوری تقلید ہے جو جماعت متفقہ صحابہ و تابعین کی ہو) اور تقلید جائز شخصی تقلید ہے (بشرطیکہ باعتقاد وجوب نہ ہو صرف باباحت صلیہ نہ باباحت شرعیہ مباح سمجھی جاوے) شخص واحد خطا سے معصوم نہیں ہوتا۔ اسلیے شخصی تقلید واجب نہیں اور اُمت اور جماعت اپنے اتفاق کی وجہ سے معصوم ہو جاتی ہے۔ لہذا تقلید اجماع واجب ہے مزید کے لیے جواب فصل آیندہ ملاحظہ ہو۔

فصل ششم میں تو تم نے غضب ہی ڈھایا ہے اور بڑا اندھیر مچایا ہے جس اجماع و اتفاق پر اصول مذہب اہلحدیث کی بنا تھی اسیکو کان لم یکن کر دیا جس کا لازمہ نتیجہ یہ ہو گا کہ جو تمہاری بات کو تسلیم کرے گا وہ آخر ایک نہ ایک دن مذہب چکڑالوی اختیار کر کے حدیث سے صاف منکر ہو جائے گا۔ بلکہ قرآن مجید سے بھی انکاری ہو کر اسلام چھوڑ کر لا مذہب دہریہ بن جائے گا (عیاذاً باللہ تعالیٰ) تم تو ہنوز بے سمجھ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ناعاقبت اندیش لونڈے ہو۔ تعجب اور رونا تو تمہارے سفید ریش مصدقین پر آتا ہے۔ جنہوں نے تمہارے اس مضمون رسالہ کی تصدیق کر دی ہے۔ اور یہ نہ سوچا کہ اگر اجماع لائق اعتبار نہ رہا۔ تو پھر مذہب اہلحدیث کا کیا اعتبار رہے گا۔ جس کی بنا ہی اس اجماع پر ہے۔ کہ صحیحین میں جو حدیث مرفوع متصل ہے وہ (بجز چند الفاظ جن پر دارقطنی وغیرہ نے تنقید کی ہے) اجماع موافق و مخالف فقیہ و محدث سے صحیح ہے۔ اس دعوے اجماع کو ہم دروغ سمجھینگے (جیسا کہ تمہارا زعم و خیال ہے) تو حدیث کی صحت کہاں سے معلوم کریں گے۔ کیا اپنے اجتہاد و تحقیق سے جو بقول امام ابن الصلاح سات سو برس سے منقطع ہے۔ (علوم الحدیث المشہور بمقدمہ ابن الصلاح دیکھو) کیا اسوقت روے زمین پر اور اسلامی دنیا میں کوئی شخص موجود ہی جو اپنے اجتہاد سے حدیث کی تصحیح کر سکے۔ نہیں تو مذہب اہل حدیث پر کس طور پر چل سکیگا۔ مذہب اہلحدیث کیا۔ دین اسلام کی بہت سے مسائل کی بنا اسی اجماع پر ہے۔ اسی کتاب مسلم میں (جس سے تمنے اجماع کا محال ہونا۔ پھر اسکے علم کا محال ہونا۔ پھر اس علم کے تم تک پہنچنے کا محال ہونا معتزلہ اور شیعہ کے اقوال سے نقل کیا ہے) اس بیان کے آخر میں استاذ ابو اسحق اسفرائینی سے نقل کیا ہے۔ کہ اسلام میں مسائل اجماع بیس ہزار سے زائد ہیں۔ اس تعداد کو کوئی بدگمان ناپاک مطلق غیر مقلد مبالغہ سمجھے تو سینکڑوں کی تعداد تو کتب متداولہ میزان شعرانی وغیرہ فقہ و خلافیات میں دیکھ لے۔

> قال الاسفرائینی نحن نعلم ان مسائل الاجماع اکثر من عشرین الف مسئلۃ (مسلم)

انکار اجماع کے اس بد نتیجہ اور انجام کو سنکر اور سوچکر امید ہے کہ مذہب اہلحدیث اور دین اسلام کو خشیتہ اللہ اور دیانت سے تسلیم کرنے والے تو تمہارے دعاوی فصل ششم کے فساد و بطلان پر ہمارے اسقدر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بیان کو کافی دلیل سمجھینگے۔ مگر جو لوگ مذہب اہلحدیث کو ترک مطلق تقلید کے نشہ اور شوق سے اور آزادی وخود اجتہادی کی لذت سے بحکم کُلّ جدید لذیذ اختیار کر چکے ہیں ان سے بعید نہیں کہ وہ اس * نتیجہ اور اس مشکل کے (جو ہمنے بیان کی ہے) جواب میں یہ کہدیں کہ اجماع سے انکار کرنے سے مذہب اہلحدیث اور اسکا بانی ومبدا صحیح حدیث ہاتھ سے جاتی رہے یا اسلام چلتا نظر آوے تو ہماری بلا سے۔ ہمکو تکلیف احکام سنت واسلام سے نجات ملے گی۔ اور مطلق العنانی حاصل ہوگی۔ ۵ بھلا ہوا میری مالا ٹوٹی۔ تو میں بھجن کرن سے چھوٹی ۔ لہذا ہم ان مشکلات کو کچھ نہیں جانتے۔ ہمارے وکیل وہادی پہلوان امرتسری کے اعتراضات کا جواب ترکی بترکی دوگے تو ہم تمہاری بات کو سنینگے اور مانینگے۔

ان آزاد منش مجتہدین بلا علم کی ہدایت وفہمایش کی غرض سے ہم اس فصل ششم کی چند نمبر مغالطات واکاذیب نقل کرکے اسکا جواب ترکی بترکی دیتے ہیں۔

نمبر اوّل۔ تمنے کہا ہے کہ ہم اجماع کی حجت شرعی ہونے سے بحث نہیں کرتے بلکہ ماہیت ودیگر عوارض کا ذکر کرتے ہیں۔

الجواب۔ یہ تمہاری ابلہ فریبی اور مکاری ہے حجیت اجماع سے صاف انکار کرنے سے واقعی متبعین سنت کی نظروں میں تمہاری قلعی کھلتی تھی اسلیئے تمنے اجماع کی حجیت کی نسبت اپنا خیال ظاہر نکیا۔ بلکہ مسلم واعلام سے اقوال

* چنانچہ چکڑالوی کے ایک خاص شاگرد نے ایسا ہی کہا تھا۔ جب اسکو کہا گیا کہ تم حدیث صحیح کو مفسر ومبیّن احکام قرآن نہ مانوگے تو تسے نماز روزہ حج وزکوٰۃ غسل وضو سبھی کچھ چھوٹ جائے گا۔ کیونکہ ان احکام کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ حدیث ہی میں ملتی ہے۔ تو وہ بولا کہ اگر قرآن میں تفصیل نہ ملے گی تو ہم سبھی کچھ چھوڑ دیں گے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمیر کو جن کا رد وجواب ان ہی کتابوں میں ہو چکا تھا۔ بلا نقل جواب نقل کرکے اسکی تشریح اس طرح کر دی جس سے احمقوں کو اور نافہموں کو گو ان میں سے بعض تمام درسی کتابیں گھول کر پی گئی ہوں یہ سمجھ میں آگیا کہ اجماع ایک محال وناممکن چیز ہے اور اگر ممکن ہو تو اسکا علم حاصل ہونا محال ہے۔ اور اگر علم ممکن ہو تو اسکی نقل ہم تک پہنچنا محال ہے۔ اور یہی بات ان احمقوں کے خیال میں جمانا تمہارا مقصود تھا۔ جو تمنے حاصل کر لیا۔ پھر بحث حجیت کی ضرورت کیا باقی رہی۔

نمبر ۲۰ – پھر تمنے اجماع کی یہ تعریف کی کہ "وہ امت محمدیہ کے مجتہدین کا ایک زمانہ میں کسی امر شرعی پر اتفاق کرنے کا نام ہے" بیان کرکے کہا ہے کہ اس تعریف سے یہ مشکلات محسوس ہو رہے ہیں۔ کہ تمام مجتہدین ایک وقت کا اتفاق ایک فرضی و ذہنی امر ہے۔ نہ واقعی۔ تمام مجتہدین کا علم کس کو ہے ایک جگہ بیٹھکر ایک دوسرے کی بات سنکر اتفاق کیسے کریں۔ امام احمد نے ان ہی مشکلات پر نظر کرکے یہ کہا ہے۔ کہ جو شخص اجماع کا مدعی ہو وہ جھوٹا ہے۔ چنانچہ مسلم و اعلام میں کہا ہے۔

الجواب یہ تمہارا محض دروغ ہے۔ اور امام احمد و صاحب اعلام و صاحب مسلّم پر افترا ہے۔ نہ امام احمد رح نے ان مشکلات کی نظر سے اجماع شرعی کا انکار کیا ہے۔ نہ صاحب مسلّم و صاحب اعلام نے امام احمد رح سے ان مشکلات کی وجہ سے انکار اجماع شرعی نقل کیا ہے۔

امام احمد رح اجماع شرعی کو ایک حجت شرعی جانتے ہیں۔ اور مدعی اجماع کو جھوٹا کہنا انسے مسلّم و اعلام میں نقل کیا گیا ہے۔ تو وہ اس ادعائی و خیالی اجماع کی نسبت ہے جو صحیح حدیث کے ردّ و مقابلہ میں بعض لوگ پیش کیا کرتے یا وہ اجماع جسکا ناقل کوئی ایک شخص ہوتا اور کوئی دوسرا اسکی تصدیق نکرتا۔ یہ بات ہمنے از خود نہیں تجویز کی۔ بلکہ صاحب مسلم و صاحب اعلام خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھ گئے ہیں۔ جسکو تم نے سرقہ کرکے جہلا اور نام کے علمار نگر عنبیا کو دہوکہ دیا ہے۔ مسلم میں کہا ہے کہ چاروں دلائل شرعیہ (کتاب اللہ سنت واجماع - قیاس) پر چاروں امام کا اتفاق ہے۔ اس عبارت کو

> وللاربعۃ علی الاربعۃ اتفاق۔
> (مسلم)

پڑھکر کوئی صاحب فہم و شرم کب کہہ سکتا ہے کہ امام احمد اجماع شرعی سے منکر ہیں آپ اس سے بڑھکر اس قول امام احمد کی نسبت صاحب مسلم کا خیال ومقال سنو۔ صاحب مسلم نے کہا ہے کہ امام احمد رح کا قول جو معتزلہ و شیعہ نے معرض استدلال واستشہاد میں پیش کیا ہے کہ جو مدعی اجماع ہے وہ کاذب ہی اس قول کا محل ومحمل وہ اجماع ہے جسکی اطلاع اکیلے اس شخص کو ہو

> قول احمد محمول علی انفراد اطلاع ناقلہ اوحد وثہ الآن فانہ احتج بہ فی مواضع ... ھذا۔
> (مسلم)

جو اس کو نقل کرتا ہے یا وہ اجماع ہے جو نیا پیدا ہو یعنی زمانہ قدیم وسلف صالحین اسکا نام ونشان نہو یہ اس لیے محل بتایا گیا ہے کہ امام احمد رح بہت جگہ اجماع شرعی سے ستدلال کرچکے ہیں۔

اس کے بعد صاحب مسلم نے وہ قول ابو اسحاق اسفرائنی کا نقل کیا ہے جو اوپر منقول ہوا ہے۔ اور اس کے بعد کہاہے کہ اس جواب قول امام احمد کو خوب تھامے رہو یعنی کسی معتزلہ یا شیعہ کے استدلال سے دہوکا نہ کھاؤ۔

اور اعلام میں کہا ہے کہ امام احمد کے فتوے پانچ اصول پر مبنی ہوتے تھے ایک نصوص (قرآن حدیث) جب وہ قرآن وحدیث میں کوئی صاف حکم پاتے تو اس کے موجب وموافق پر فتوے دیتے اور کسی قول یا شخص کی جو اس کے مخالف ہوتا پروانہ کرتے اور حدیث صحیح پر کسی عمل یا رائے یا قیاس یا قول صحابی کو مقدم نہ

> وکان فتاویہ مبنیۃ علی خمسۃ اصول (احدھا) النصوص فاذا وجد النص افتی بموجبہ ولم یلتفت الی ما خالفہ ولا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

من خالف كائناً من كان ولم يكن يقدم على الحديث الصحيح عملاً ولا رأياً ولا قياساً ولا قول صاحب ولا عدم علمه بالمخالف الذي يسميه كثير من الناس اجماعاً ويقدمونه على الحديث الصحيح وقد كذب احمد من ادعى هذا الاجماع ولم يسغ تقديمه على الحديث الثابت وكذلك الشافعي ايضاً نص في رسالته الجديدة على ان مالا يعلم فيه بخلاف لا يقال له اجماع ولفظه ما لا يعلم فيه خلاف فليس اجماعاً وقال عبد الله بن احمد بن حنبل سمعت ابي يقول ما يدعي فيه الرجل الاجماع فهو كذب من ادعى الاجماع فهو كاذب وهذا هو الذي انكره الامام احمد والشافعي في دعوى الاجماع لا ما يظنه بعض الناس انه استبعاد لوجوده (اعلام صـ ۳۲ جـ ۱)

کرتے اور اس قول صحابی کے مخالف قول یا شخص کے علم نہونے کو (جس کا بعض لوگ اجماع نام رکھ لیتے ہیں اور اسکو حدیث صحیح پر مقدم کرتے ہیں) حدیث صحیح پر مقدم نہ کرتے اور اس اجماع کے مدعی کو وہ دروغ گو کہتے اور ایسے اجماع کی تقدیم حدیث پر جائز نہ رکھتے ایسے ہی امام شافعی بھی اپنے رسالہ جدید میں تصریح کر چکے ہیں کہ جس قول میں خلاف کا علم نہو اس کو اجماع نہیں کہا جاتا یہ بعینہ امام شافعی کے الفاظ ہیں اور عبد اللہ بن احمد نے کہا ہے کہ میں نے اپنے باپ امام احمد کو یہ کہتے سنا ہے کہ ایسے اجماع کا دعوے کذب ہے، جو مدعی اجماع ہو وہ کاذب ہے۔

امام احمد کے اور دوسرے ائمہ حدیث کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اس سے اعلےٰ تر ہیں کہ اُسپر وہمی و خیالی اجماعوں کو مقدم کیا جائے۔ اور اگر یہ امر جائز رکھا جاوے تو نصوص بیکار ہو جاویں اور ہر شخص کے لیے (جس کو اپنے خیالی مسئلہ کے مخالف کا علم نہو) جائز ہو جاوے کہ وہ اپنے اس جہل کو احادیث پر مقدم کرے ایسے ہی اجماع مبنی بر جہالت علم مخالف سے امام احمد اور امام شافعی نے انکار کیا ہے۔ نہ یہ کہ اجماع کے وجود کو مستبعد و محال سمجھا ہو جیسے بعض لوگوں (شیعہ و معتزلہ) نے گمان کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

کہو بیٹا! اعلام کی اس عبارت میں یہ تفصیل ہے کہ امام احمد نے وجود شرعی اجماع سے استبعاد و انکار نہیں کیا۔ بلکہ اس خیالی و وہمی اجماع سے کیا ہے جو ایک شخص یا اشخاص کے اقوال مخالف نص کو دیکھ کر یہ سمجھ لیا ہو کہ اس کے خلاف کا علم ہمکو نہیں ہوا تو یہی اجماع ہے اور اس قول کو حدیث پر مقدم کرنا جائز ہے!۔ دیکھکر تمنے امام احمد کے قول مذکور کو انکار وجود اجماع صحیح شرعی کی سند میں پیش کیا ہے۔ یہ دروغ گوئی یاد ہو کہ وہی نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا یہ نتیجہ ترک مطلق تقلید اور اختیار اجتہاد سراپا الحاد نہیں ہے! خدا اس سے صادق اہلحدیث متبعین سنت سید المرسلین کو بچاوے۔ ہمارے بھولے بھالے نواب صاحب بھوپال بھی اس قول امام احمد کے صحیح معنے سمجھنے سے پھسلے اور راہ راست سے چلے تھے۔ آپنے رسالہ حصول المامون میں (جس کا اکثر حصہ ارشاد الفحول شوکانی سے سروق ہے۔ جیسیکہ انکی تفسیر فتح البیان تفسیر فتح القدیر شوکانی سے اور مسک الختام۔ بدر التمام وغیرہ سے) امام احمد کے اس قول پر ترحم فرماتے اور یوں کہتے ہیں۔ رحمہ اللہ الامام احمد بن حنبل فانہ قال من ادعی الاجماع فھو کاذب۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ پھر وہ اصفہانی کی تقلید سے صحابہ کے اجماع کے وجود اور اسکے علم کو جائز تسلیم کر گئے۔ چنانچہ بعد نقل قول مذکور امام احمد لکھ گئے ہیں۔ وجعل الاصفہانی الخلاف فی غیر اجماع الصحابۃ وقال الحق تعذر الاطلاع علی الاجماع الا اجماع الصحابۃ حیث کانوا قلۃ الی ان قال ولا سبیل الی ذلک الا فی عصر الصحابۃ اما من بعدھم فلا۔

پھر وہ مقام بیان حجیت اجماع میں یہ بھی لکھ گئے ہیں۔ اختلف علی تقدیر امکانہ فی نفسہ وامکان العلم بہ وامکان نقلہ الینا ھل ھو حجۃ شرعیۃ فذھب الجمھور الی کونہ حجۃ وذھب النظام والامامیۃ وبعض الخوارج انہ لیس بحجۃ۔ اور چونکہ نواب صاحب مذہب نظام معتزلی اور امامیہ

ل امام احمد حنبل نے [illegible] کہا ہے کہ جو اجماع کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ ب اور اصفہانی نے اختلاف کا محل اس اجماع کو ٹھہرایا جو صحابہ کے سوا اور دوسرے لوگوں کا ہو اور [illegible] اس نے سچ کہا ہے کہ اجماع کی اطلاع ناممکن ہے سوائے اجماع صحابہ کے کیونکہ وہ کم تھے [illegible] اس کی طرف کوئی سبیل نہیں مگر ان کے زمانہ میں ان کے بعد نہیں۔ ج اجماع کے امکان اور اس کے علم اور نقل کے ممکن ہونے کی تقدیر پر اختلاف ہے کہ وہ شرعی حجت ہے یا نہیں۔ جمہور حجت ہونے کے قائل ہیں اور نظام اور امامیہ اور بعض خوارج قائل ہیں کہ حجت نہیں۔

© rasailojaraid.com

وخوارج سے بیزار تھے لہذا صرف ان مبتدعین کے انکار حجیّت اجماع کو ان ہی کی طرف منسوب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ منکر اجماع شرعی تھے۔ بالجملہ حجیّت اجماع سے منکر نہ امام احمد ہیں اور نہ کوئی اور سنی۔ اسوقت اس سے انکار ہے تو اے ہمارے نوخیز مجتہد اور روحانی فرزند تم کو ہے ویس۔

نمبر سوم وجود علم و نقل اجماع میں تمنے تقلید اپنے پیشواؤں معتزلہ اور شیعوں اور خارجیوں کی یہ مشکلات پیش کی ہیں۔ (۱) تمام مجتہدین کا علم کس کو (۲) پھر وہ سب اہل اجماع کا ایک جگہہ بیٹھکر یا ایک کی بات دوسرے سُنکر اتفاق کیسے کریں۔ (۳) ان سب کے اقوال ہمکو کس ذریعے سے پہنچ سکتے ہیں ہمارے زمانہ کی طرح سلف میں بہی صاحب تصنیف کم تھے۔ اور غیر مصنف بہت لہذا جن اصحاب کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں ان سے کہیں زیادہ ایسے ہیں جن کے نہیں پہنچے۔ پھر ہم کیونکہ باور کر سکتے ہیں کہ جن کے اقوال ہم تک پہنچے ہیں وہ موصولہ اقوال سے متفق تھے۔

ان مشکلات کو بیان کرکے تمنے کہا ہے کہ انہی مشکلات کی وجہ سے مسلم الثبوت میں کہا ہے بعض نظامی اور شیعہ کہتے ہیں کہ اجماع کا تحقق محال ہے اور اگر ہو بھی تو ہمکو اس کا علم حاصل ہونا محال ہے اور اگر علم محال ہنو تو ہم تک اس کا نقل ہونا تو ضرور ہی محال ہے۔

الجواب اس بیان مشکلات میں تمنے صاحب مسلم پر افترا کیا ہے اور اپنے جاہل اور علما نافہم مصدقین کو اس دام میں پھنسانا چاہا ہے کہ یہ مشکلات صاحب مسلم نے پیش کی ہیں جن کا کوئی جواب اسکو نہیں سوجھا اور کوئی اس کا جواب کیا دیگا۔ اور واقعہ میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ مشکلات تو کتاب مسلم میں معتزلہ و شیعہ کی طرف سے نقل کیگئی ہیں۔ اور پھر ہر ایک مشکل کا جواب صاحب مسلم نے کافی و شافی دیکر ان مشکلات کو کالعدم یکن کر دیا ہے۔ ہم اس مقام مسلم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پوری عبارت بقدر ضرورت معہ ترجمہ نقل کر دیتے ہیں۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد
کتاب مُسَلَّم میں کہا ہے " بعض اتباع نظام معتزلی و شیعہ کہتے ہیں

مسئلہ لبعض النظامیۃ والشیعۃ انہ محال ولو سلم فالعلم بہ محال ولو سلم فنقلہ الینا محال اما الاول فاولا لان انتشارہم فی الاقطاع یمنع نقل الحکم الیہم عادۃ۔ والجواب لامنع فی المتواتر کالکتاب وفی اوائل الاسلام وبعد جدہم فی الطلب والبحث وثانیا لوکان عن قطعی لنقل والظنی یمنع الاتفاق عادۃ لاختلاف القرائح۔ الجواب بالمنع فیہما فقد یستغنی عن نقل القاطع لحصول الاتفاق۔ والظنی ربما یکون جلیا والاتفاق انما یمنع فیما یدق واما الثانی فلامتناع معرفۃ علماء المشرق والمغرب باعیانہم فضلا عن اقوالہم مع جواز رجوع البعض قبل قول الاخر ... واما الثالث فلان الاحاد لا تفید والتواتر عن الکل فی کل طبقۃ ممتنع عادۃ ومن ہہنا قال احمد من ادعی الاجماع فہو کاذب والجواب عنہما تشکیک فی الضروری فانا قاطعون

کہ اجماع کا وجود محال ہے۔ اگر ممکن مانا جاوے تو اسکا علم محال ہے۔ علم کو بھی اگر ممکن مان لیا جاوے تو پھر ہم تک اس کا نقل ہونا محال ہے۔ پہلے دعوے اجماع کے محال ہونے پر انکی دلیل پہلی یہ ہے کہ اہل اجماع کا اطراف عالم میں پھیل جانا اس سے مانع ہے کہ جس بات یا حکم پر اجماع ہو وہ ان سب کو پہنچ جاوے اور اسپر سب کا اتفاق ہو اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ جو امر متواتر ہو جیسے کتاب اللہ ہے اسکا سب کو پہنچ جانا منع نہیں کیونکہ قرآن سبھی کو باوجود انکے انتشار کے اطراف عالم میں پہنچ گیا ایسے ہی بہت احکام حلال و حرام اور خاصکر ابتداء اسلام میں (زمانہ صحابہ میں) اور لوگوں کو طلب و تلاش میں کوشش کرنے کے بعد کہ پھر کوئی بھی امر پہنچنا مشکل نہیں رہتا۔ انکی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک دو کی نقل مفید یقین نہیں ہوتی اور سب کی طرف سے ہر طبقہ میں تواتر سے نقل پایا جانا عادۃً محال ہے۔ اسواسطے امام احمد نے کہا ہے کہ مدعی اجماع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

باجماع کل عصر علی تقدیم القاطع علی المظنون حتی صار من ضروریات الدین وقول احمد محمول علی الفراد اطلاع ناقلہ او حدوثہ الآن فانہ احتج بہ فی مواضع - ہذا (مسلّم)

کاذب ہے ان دونوں دلیلوں کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ دونو باتیں کہنا ایک امر بدیہی میں شک لانا ہے ہمکو یقینی علم حاصل ہے کہ ہر زمانہ میں اسپر اجماع ہو چکا ہے کہ یقینی ظنی پر مقدم ہے۔ یہانتک کہ یہ مسئلہ دین میں ضروری یعنی بدیہی تسلیم کیا گیا ہے!!

پہر مسلّم میں اس مسئلہ تقدیم یقینی کو دوسرے مسئلہ میں مدلل کیا ہے۔ مگر عوام ناظرین سے اسکے سمجھنے کی امید کم ہے۔ لہذا اسکے نقل بیان سے تعرض نہیں ہوا۔

اس مقام میں جو بیان ہوا ہے اس سے اسقدر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ صاحب مسلم نے معتزلہ وشیعہ کے دلائل کا جواب دیگران مشکلات کو جوانہوں نے پیش کی تہیں اٹھادیا ہے۔ اس سے تمہاری اس قول کا۔ کہ صاحب مسلّم نے ان مشکلات کی نظر سے وجود وعلم ونقل اجماع کو محال کہا ہے دروغ ہونا ثابت ہوا صاحب مسلّم کے جوابات کو تم مانو۔ خواہ نہ مانو یہ امر دیگر ہے۔

اب ہم اپنی طرف سے تمہاری مشکلات کا جواب دیتے ہیں اور نہایت معتدل اور نرم پیرایہ میں حق تمہیر ظاہر کرتے ہیں اگر ٹھنڈے دل سے سنو۔

بہت سے اجماعوں اور جمہوری مسائل (جن کو مقلدین مذاہب بمقابلہ نصوص پیش کرتے ہیں) ہم اہلحدیث خود نہیں مانتے۔ اسکی تمثیل میں ہم دو مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ایک مدرک امام بحالت رکوع کے مدرکعت ہوجانے پر دعوے اجماع دوسرے بلا تفریق اطہار ثلثہ طلاق ثلثہ کے تین ہونے پر انکا دعوے اجماع یا جمہوریت ہم ان دعاوی کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اور انکے برخلاف مدت سے فتوی دیتے ہیں۔ مگر بہت سے اجماع ایسے بہی ہیں جن کو بلا خلاف سلف سے خلف تک ماثور ومنقول پاتے ہیں۔ اسکی بہی دو ہی مثالیں ہم اس مقام میں پیش کرتے ہیں ایک جواز تقلید خواص بحق عوام جس میں معارضہ نصوص نہو۔ اور نہ تخصیص شخص بخیال

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجوب۔

دوسرا۔ اجماع صحت احادیث صحیحین پر۔ ایسے اجماع ہر زمانہ اور ہر طبقہ کے لوگوں میں منقول و مسلم چلے آتے ہیں پہلا اجماع تو اس مضمون میں ثابت و منقول ہو چکا ہے۔ دوسرا اجماع شرح نخبہ و مقدمہ ابن الصلاح وغیرہ کتب اصول و شروح احادیث ہیں جسکی عبارات رسالہ منح الباری میں منقول ہیں۔ ایسے اجماعوں کی نسبت یہ مشکلات پیش کرنا کہ وہ لوگ ایک جگہ جمع ہو کر متفق القول کیونکر ہو گئے ہیں۔ اور اسکا علم ہمکو کیونکر ہوا یا ہو سکتا ہے۔ انہیں مصنف کم تھے اور غیر منصف زیادہ۔ جن کے اقوال ہم کو پہنچے ہیں ان سے ہمیں زیادہ ایسے ہیں جن کے اقوال ہمکو نہیں پہونچے۔ یہ بقول صاحب مسلّم ضروری بدیہی اور یقینی امر میں شک ڈالنا ہے۔

آجکل کوئی کسی دینی امر کا دعویٰ کرتا ہے اور اسکی نسبت اعلان مشتہر کرتا ہے تو مشرق سے مغرب تک کے لوگ جھٹ جمع ہو جاتے ہیں۔ ہندوستان میں ہو۔ یا انکا گویا افریقیہ میں یا امریکہ۔ یا یوروپ میں۔ اپنا ہی حال دیکھو۔ آج امرتسر میں ہو تو کل ہندوستان میں۔ پھر اس مجمع کے خیالات متفقہ و مختلفہ دنیا کے اس سرے سے اُس سرے تک پہنچ جاتے ہیں۔ بذریعہ تحریرات بھی اور بذریعہ زبانی خبروں کے بھی۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ جو وسائل و سامان اجتماع و حصول علم اتفاق و اختلاف (ریل گاڑی تار برقی۔ اخبارات وغیرہ) اب میسّر ہیں یہ پہلے زمانوں میں نہ تھے۔ مگر ساتھ ہی یہ امر بھی لائق شک نہیں کہ جو اخلاص تقوےٰ و بنائ علیہ شوق و طلب تحقیق مسائل دین پہلے زمانوں میں تھا اسوقت اُس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔ ولہذا جو کچھ آجکل کے مدعیانِ دین و مذہب ان وسائل و سامان کے ساتھ کر رہے ہیں۔ پہلے زمانوں کے وہ اعیان اسلام ان وسائل کے بغیر کرتے تھے۔ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ وسلم کو تابعین اور تابعین کو تبع تابعین وغیرہ ائمہ دین ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ملتے اور ان سے ہم مجلس ہوتے بہت سے مجامع اُن کی معظم اسلامی شہروں میں ہوتی۔ جن میں وہ علمی اور دینی باتیں ایک دوسرے سے سنتے اور سناتے۔

ایک کتاب صحیح بخاری کو امام بخاری سے بلا واسطہ غیر نوے ہزار اشخاص نے سنا ہے (بستان المحدثین صفحہ ۱۰۲ ملاحظہ کرو) تمام اسلامی دنیا کے لیے جمہوری کانفرنس حج کے لیے جو مجمع کعبۃ اللہ میں ہوتا تھا اور اب تک ہوتا ہے۔ اسمیں لاکھوں کا اجتماع انسانی سے ہوجاتا تھا اور ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعے سے اُن کے اقوال متفقہ ومختلفہ اکناف عالم میں پہنچ جاتے تھے اور پہنچ جاتے ہیں۔ ان تمام مسلمانوں کے چشم دید حالات کے مقابلے میں یہ کہنا کہ انکا اجتماع کیسے ہوتا ہوگا اور اُن کے اقوال کا علم اوروں تک کیونکر پہنچے ہونگے۔ (بقول صاحب سلم) بدیہیات میں شک ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے!

یہ ان مسلمانوں کے اجتماع وعلم واقوال کے متعلق تمہاری پیش کردہ مشکلات کا جواب ہے۔ رہا جواب تمہاری اسبات کا کہ جن اصحاب کے اقوال ہم کو پہنچے ہیں وہ ان سے کہیں زیادہ تھے جن کے نہیں پہنچے۔ پھر ہم کیونکر باور کرسکتے ہیں کہ انکی اقوال اقوال موصولہ سے متفق تھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ نصوص ہوں خواہ آثار صحابہ واقوال جماعیہ (جو مخالف نصوص نہ ہوں اور وہ ہم کو بسند ونقل صحیح پہنچ چکے ہوں) انہیں سے اُنہی کی اتباع واعتبار ولحاظ سے ہم مامور ہیں۔ اور اُن کے مقابلہ میں ان امکانی اور وہمی وخیالی وفرضی نصوص واقوال کے (جو اُن کے مخالف ہوں اور وہ ہمکو نقل اور سند صحیح سے نہ پہنچے ہوں) پیروی اور اعتبار ولحاظ سے ہم مامور نہیں ہیں۔ بلکہ ان کی پیروی سے ہم روکے گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ اور ہماری جماعت اہلحدیث میں یہ اصول مقرر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور سلف اور اہل اجماع کا اتباع جیسا کہ ان کے فعل کے اقتدا میں ہے ویسا ہی ان کے کسی فعل کو ترک کرنے میں ہے ہمارے مذہب و اصول اعتقادات میں عدم النقل بھی ویسی ہے لائق اعتبار و لحاظ کے جیسی کہ نقل عدم (صواعق* الہیہ صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴ دیکھو) اس کی چند مثالیں کتب حدیث میں یہ ہیں۔ (۱) نماز عیدین میں

*۔ اسکے صفحہ ۲۶۵ میں یہ فرسولی قول نقل کیا ہے "صاحب مایۃ در جواب سوال چہل و ہشتم نوشتہ امرے کہ منقول از حضرت صلے اللہ علیہ وسلم و صحابہ نباشد غیر مشروع ست چنانچہ صاحب ہدایہ عدم نقل را از آنحضرت و صحابہ دلیل گرفتہ ہست منہا فی کتاب الصلوۃ فی فصل الاوقات النہی تکرہ فیہا الصلوۃ قال ویکرہ ان یتنفل بعد طلوع الفجر باکثر من رکعتی الفجر لانہ علیہ السلام لم یزد علیہا مع حرصہ منہا ما قال فی باب العید لا یتنفل فی المصلے قبل العید لانہ علیہ السلام لم یفعل مع حرصہ علے الصلوۃ۔" و مدعا صاحب مایۃ مسائل ازیں روایات علاقہ ندارد چہ عدم نقل چیزے دیگر و نقل عدم چیزے دیگر" پھر کہا ہے "اقول در نقل عدم و عدم نقل حکماً فرق نیست زیرا کہ عدم اصل ست تا آنکہ دلیل دلالت کند بر وجود و چوں دلیل کہ نقل ست نباشد عدم بر اصل خود باقی ماند پس عدم دلیل بمنزلہ دلیل عدم باشد دریں صورت علاقہ داشتن مدعائے صاحب مایۃ مسائل ازیں روایات خود ظاہرست در مرقاۃ مرقوم ست ثم قال ای ابن حجر و عدم ورودہ لا یدل علے عدم وقوعہ قلنا ہذا مردود بل الاصل عدم وقوعہ حتی یوجد دلیل ورودہ" بناءً علے الاصل اقوال موصولہ صحیحہ کے مقابلہ میں اقوال غیر منقولہ خیالیہ فرضیہ وہمیہ امکانیہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے پہلے رواتب (نوافل) نہ پڑھنا جیسے پانچوں وقت کی نمازوں سے پہلے پڑھے جاتے ہیں (۲) اذان میں تثویب نہ کرنا (۳) میت کو عمامہ نہ پہنانا اور اس کے نظائر کتب فقہ میں بہت ہیں اور از انجملہ چند مثالیں ہدایہ اور بحر الرائق وغیرہ سے کتاب صواعق الہیہ کے صفحہ ۲۵۴ میں نقل کی گئی ہیں۔

ان مثالوں سے تمہاری مجوزہ اقوال وہمی و خیالی و امکانی کا اعتبار کرنا صاف رد ہوتا ہے۔ ان مثالوں کو اگر تم نہ مانو اور اس مسلمہ اصول اہلحدیث سے بھی انکار کر جاؤ۔ تو تمہارے افہام یا افحام کے لیے ایک یہی مثال یا دلیل کافی ہے کہ تم نے ایک جلسے انجمن اہلحدیث لاہور میں بمقام لاہور بمقابلہ تقریر میر ممتاز علی علی مالک رفاہ عام پریس جو عید مولود کی ضرورت میں انہوں نے کی تہی برملا کہا تھا۔ کہ مولود کرنے کا کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔ جس سے تمہارا مقصود یہی تہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و تابعین وغیرہ سلف صالحین سے یہ مولود کرنا ثابت نہیں ہوا اور یہی ہر ایک بدعت سے تمہارے اور فرقہ اہلحدیث کے انکار کرنے اور ان کے رد میں مضامین لکھنے کا اصل اصول ہے۔ حالانکہ امکانی اور وہمی اور فرضی وجود مولود اور ہر ایک بدعت کا صحابہ و تابعین و سلف صالحین سے تجویز کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر تم یا تمہارے جیسا کوئی اور شخص حلبی کا شاگرد نصوص و آثار صحیحہ ثابتہ کے مقابلہ میں ان وہمی و فرضی امکانی اقوال کو واجب یا جائز اللحاظ قرار دے تو دین کا

عدم ورود و عدم نقل کے سبب معرض عدم میں ہیں اور پایہ اعتبار سے ساقط اور کالعدم لم تکن فاعتبروا یا اہل الحدیث ولا تغتروا بھذا الاصل الخبیث الذی اصلہ ھذا المعتری الامرتسری۔

نمبر ۱ ف [illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی حکم بھی باقی نہیں رہتا ہر ایک حکم شرعی ثابت باجماع امت کے مقابلہ میں ایک ملحد و بیدین ایسے وہمی و امکانی و خیالی اقوال سے معارضہ کر سکتا ہے۔ مثلاً آیات احکام نماز و روزہ وغیرہ کے مقابلہ میں وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ان آیات کے مقابلہ میں اور ایسی آیات ہوں جو نماز روزہ وغیرہ کو منسوخ کر چکی ہوں اور وہ ہمکو نہ پہنچی ہوں یا وہ بقول ڈاڑھی منڈے فقیروں یا غالی رافضیوں کے قرآن مجید میں درج نہ ہوئی ہوں۔ یا بعد اندراج نکال دی گئی ہوں۔ ایسا ہی احادیث صحیحہ متعلق احکام حلال و حرام کے مقابلہ میں وہ کہہ سکتا ہے کہ ان احادیث کے معارض اور ایسی حدیثیں مروی ہونا ممکن ہے جن میں ان احکام کا خلاف یا نسخ پایا جاتا ہو و علے ہذا القیاس۔

اس صورت میں دین کا بالکل اعتبار نہیں رہتا اور سلسلہ تکلیف باحکام و مذہب درہم برہم ہو جاتا ہے اسبات کو سوچو اور اُن امکانی وہمی اقوال کے تجویز سے توبہ کرو۔

یہ تم سے ناصحانہ خطاب ہے۔ آب میں تمہارے مصدقین رسالہ سے (خصوصاً ان سے جو تمہیں میرے بلا واسطہ یا بالواسطہ شاگرد ہیں) آخری خطاب اور سوال کرتا ہوں کہ جن باتوں کی وجہ سے تمہارے وکیل بالخصوص مت اور پہلوان امرتسری پر اہلحدیث سے خارج اور فرقہ معتزلہ میں داخل ہونے کا الزام قائم کیا گیا ہے۔ کیا تم بھی انہی کی باتوں کے قائل ہو۔ (۱) کیا تم بھی بعض احادیث نبوی کے جو بحسب تصریح و بیان نبوی مفسر قرآن ہیں یا مفسر قرآن ہو نیکے منکر ہو اور اُن کو قرآن کے سیاق سباق کے مخالف سمجھتے ہو۔ (۲) اور کیا تم بھی اقوال و آثار صحابہ تابعین کو جن میں انکا باہم اختلاف نہو صرف متاخرین معتزلہ وغیرہ کا ان سے مخالف ہو لائق دست آویز نہیں جانتے (۳) اور کیا تم بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجماع شرعی کے منکر ہو اور اقوال صحیحہ و ثابتہ اجماعیہ کے مقابلہ میں یا فرضی و امکانی اقوال مخالفہ کی تجویز سے اقوال اجماعی کو ناقابل اعتبار سمجھتے ہو (۴) اور کیا تم بھی عوام کے لیے خواص مجتہدین امت محمدیہ صحابہ تابعین وغیرہ ائمہ کی مطلق تقلید کو ناجائز جانتے اور جو اسکے جواز پر اجماع سلف و خلف کتب اصول وغیرہ میں منقول و مروی اسکو ناقابل اعتبار سمجھتے ہو۔ ان سوالات اربعہ کا جواب اگر بشق نفی دو تو پھر تم سے یہ سوال ہے پھر تم نے اس رسالہ کے تصدیق میں کیوں قلم اٹھایا اور اوراق کو کیوں سیاہ کیا اور اس صورت میں تمہاری دیانت و امانت سے کیا باقی رہا اور تمہارے فتووں اور فیصلوں کا کیا اعتبار رہا۔ اور اگر جواب بشق اثبات دو تو پھر بتاؤ کہ ہمارے تعقبات اور ایگزیمینشنر (امتحانات) کے معائنہ کے بعد بھی تمہارا وہی سابق خیال رہا ہے۔ یا وہ بدل گیا ہے۔ بدل گیا ہے تو اس کا اظہار اور اپنے خیال سابق سے رجوع تم پر واجب ہے۔ فوراً کرو۔ اور ہمارے مضمون کی تائید میں قلم اٹھاؤ تاکہ تدارک مافات سے عمل میں آوے اور وہ پچھلی خطا کا کفارہ ہو جاوے۔ اور اگر وہ خیال نہیں بدلا تو پھر بتاؤ کہ پھر محکمہ ایڈوکیٹ اہلحدیث سے کیوں تم پر مذہب اہلحدیث سے خارج اور مذہب معتزلہ میں داخل ہونے کا حکم نہ لگایا جاوے۔

جس کو اس محکمہ کی خبر نہ ہو وہ اس کا پتہ مولوی ثناء اللہ سے پوچھے یا اس کے رسالے آیات متشابہات کا صفحہ ۵۲ ملاحظہ کرے جسمیں یہ عبارت درج ہے "اس زمانہ کے ایک باخبر اہلحدیث بلکہ ایڈوکیٹ (وکیل) اہلحدیث کی سفارش منظور کریں جن سے ہماری مراد مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ ہیں" (رسالہ آیات متشابہات صفحہ ۵۲)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

376

ناظرین رسالہ خصوصاً اہلحدیث علی الخصوص ارکان مجلس انتظامیہ انجمن اہلحدیث لاہور کی خدمات میں ناصحانہ التماس۔

حضرات جو کچھ مینے ثناء اللہ اور اسکے مصدقین کے کلام پر نکتہ چینی کی ہے اس سے مقصود صرف احیاء سنت و حمایت اہل سنت ہے نہ کوئی نفسانی غرض یا نفاست واللہ علیٰ ذلک لشہید و کفی باللہ شہیداً۔ آپ لوگوں میں سے جو صاحب میری نکتہ چینی میں کوئی غلطی نکالیں میں نہایت انبساط و ممنونیت کے ساتھ اپنی غلطی اور خطا کو قبول کرنے کیلئے حاضر ہوں اور عام طور پر اپنے نکتہ چینوں سے خطاب کرتا ہوں سے ومن لی بالخطا فاردعنہ ومن لی بالقبول ولو بحرف ٥ از صحبت دوستے برنجم ٭ کہ اخلاق بدم حسن نماید ٭ کو دشمن شوخ چشم بیباک ٭ تا عیب مرا بمن نماید ٭ میری یہ التماس خاصکر مولوی وحید الزمان صاحب نواب وقار نواز جنگ بہادر سے ہے جنہوں نے اخبار اہلحدیث ۲ صفر مطابق ۱۸ فروری میں اپنا خط چھپوا دیا ہے جسمیں اپنے منصب وقار کے برخلاف صرف ثناء اللہ کے یکطرفہ بیان پر اسکو ڈگری دیدی ہے اور میری نسبت غائبانہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو یہ لازم تھا کہ بعد از مصالحہ و مصافحہ پھر دلمیں کینہ رکھتے اور ضغائن سابقہ کو عود کرتے کیونکہ بظاہر صفائی اور محبت اور دل میں بغض و عداوت مومن کے شان کے خلاف ہے بلکہ علامت نفاق ہے۔ افسوس مولوی صاحب موصوف کو جوش عداوت و عناد میں آپکے مساعی جمیلہ کا جو بحق اسلام و اہل اسلام کر رہے ہیں اونکا یہی خیال نہ رہا۔

اس یکطرفہ ڈگری اور غائبانہ فیصلہ کا اپیل مینے اپنے خط نمبری ۹۳ مورخہ ۲۲ فروری ۱۹۱۰ء کے ذریعہ مولوی صاحب ہی کی خدمت میں پیش کیا۔ جس میں مینے ثابت کر دیا تھا۔ کہ میری مصالحت و مصافحہ جو ثناء اللہ سے ہوا تھا وہ شرطی تھا۔ ثناء اللہ نے اس شرط کو توڑ کر مصالحت کو فسخ کیا ہے۔ اور جو آپ کے خیالی مساعی بحق اسلام و اہل اسلام ثناء اللہ سے وقوع میں آئے ہیں وہ اس قسم کے ہیں۔ جو مخالفین اسلام سے بحق اسلام وقوع میں آچکے ہیں۔ مولوی صاحب نے اس خط کے جواب میں دو خط لکھے ہیں مگر ان میں اُن سے تدارک مافات عمل میں نہیں آیا۔ اور جو خلاف وقار ان سے یکطرفہ ڈگری ہو گئی ہے اسکی اصلاح انہوں نے نہیں کی۔ اب وہ اس مضمون جواب اتباع سلف کو تانی اور وقار سے ملاحظہ کر کے فرماویں کہ رسالہ اتباع سلف میں جو خیالات اسنے ظاہر کئے ہیں ان خیالات کے ساتھ وہ اہل سنت و اہل حدیث کہلا سکتا ہے اور کیا اسکے مساعی بحق اسلام حدیث ان اللہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر کا مصداق نہیں ہیں اور کیا وہ ڈاکٹر گاڈفری ہیگنس سے جس نے آنحضرت کی حمایت میں کتاب اپالوجی فار محمد جس کا ترجمہ حمایت اسلام کے نام سے چھپا ہے بڑھ کر ہو سکتا ہے آپنے اس مجمل گذارش کی طرف توجہ نہ کی۔ تو مجبوراً اس اجمال کے تفصیل رسالہ میں کرنی پڑے گی۔

راقم ابو سعید محمد حسین

(اسلامیہ پریس لاہور میں چھپا)

© rasailojaraid.com